وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحديث)

نعمت کبریٰ

دربارہ

حیات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤلف:

حضرت مولانا سید شاہ عون احمد قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ دار الاشاعت [illegible]

بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما آتاہم اللہ من فضلہ
(قرآن کریم)

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق
(حدیث مرفوع)

نعمت کبریٰ

در بارۂ

حیات مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم

(مؤلفہ)

مولانا سید شاہ عون احمد صاحب قادری پھلواروی

طابع و ناشر

دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا سید عون احمد رحمۃ اللہ علیہ پھلواری شریف ضلع پٹنہ

پھلواری شریف ضلع پٹنہ بہار کی معروف گدی سادات پھلواری کے رکن رکین حضرت مولانا سید عون احمد پھلواری شریف نے شوال ۱۳۷۵ھ میں "نعمت کبریٰ درباره حیات مصطفیٰ ﷺ" نامی کتاب لکھی جسے خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف سے شائع کیا گیا۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایسے نابغہ روزگار کی اس پر تقریظ ہے جو کتاب کی ثقاہت کی بھرپور دلیل ہے۔ اسے بھی اس مجموعہ میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔

(ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارشاد عالی

حامداً ومصلیاً ومسلماً! اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ ہے کہ رسول کی زندگی جس طرح عام انسان کی زندگی کی طرح نہیں ہے، اسی طرح ان کی موت بھی عام انسان کی موت کی طرح نہیں۔ ان کو ظاہری موت کے بعد بھی حیات جاودانی حاصل ہے۔ علمائے اہل السنۃ نے اپنی کتابوں میں اس عقیدہ صالحہ کو دلائل وبراہین سے ثابت کیا ہے۔

برادر گرامی! مولانا عون احمد صاحب سلمہٗ نے اس کتاب میں (جس کا مطالعہ میں نے از اوّل تا آخر کیا) قرآن مجید سے، تفاسیر سے، احادیث سے اور سلف صالحین کی کتابوں کے حوالہ سے رسول ﷺ کی جسمانی زندگی کو ثابت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو عام مسلمانوں کے لئے باعث ہدایت بنائے۔ آمین!

خاکسار: محمد امان اللہ قادری پھلواری

۶ رشوال پنج شنبہ ۱۳۷۵ھ

سند الاکابر الکرام حضرت والدی العلاّم سیدی وقدوتی مولانا شاہ محمد نظام الدین قادری مدظلہ العالی کا ارشاد گرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی ھو یحیی ویمیت وھو حی لا یموت، کل شئ ھالک الا وجھہ۔ والصلوٰۃ والسلام علٰی من ارسل الی الناس کافۃ فاحیا من اتبعہ ھداہ بنور الایمان والاسلام الذی ھو حی بعد وفاتہ وعلٰی آلہ واصحابہ الذین ھم شدوا ارکان الاسلام وفازو باعلٰی درجاتہ وکمالاتہ۔ امابعد!

اس رسالہ میں دلائل نصوص قرآنی اور احادیث اور اکابر ائمہ کے اقوال سے احسن تحقیق کے ساتھ عقیدہ حیات النبی ﷺ بعد الوفاۃ کو مؤلف سلمہ نے ثابت کر دیا ہے اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اس عقیدہ پر اکابر ائمہ کا اتفاق رہا ہے۔ فاللہ درہ ثم للہ درہ وجزاہ المراتب العالیۃ عاجلاً وآجلاً فی الدنیا والاخرۃ!

اہل سنت والجماعت کو حیات بعد الوفات کے انکار کی تو گنجائش ہی نہیں ہے جس طرح قانون قرآنی، کل نفس ذائقۃ الموت، اس کو بتاتا ہے کہ وقت مقرر پر موت طاری کر دی جاتی ہے۔ اسی طرح قانون قرآنی ثم یحییکم اس کو بھی بتاتا ہے کہ بعد التدفین یعنی عالم برزخ میں احیاء فی القیامۃ سے پہلے حیات عطاء کی جاتی ہے۔

سورۃ بقرہ میں دنیاوی احیاء واماتت کو "فاحیاکم ثم یمیتکم (البقرۃ:۲۸)" سے بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے: "ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون" ظاہر ہے کہ: "ثم یحییکم" سے قبر یعنی عالم برزخ میں احیاء مراد ہے اور "ثم الیہ ترجعون" سے احیاء فی القیامۃ، احیائے اخروی مراد ہے۔ کیونکہ "الیہ ترجعون" کو ثم کے ساتھ استعمال کرنا اس کو بتا رہا ہے کہ "ثم الیہ ترجعون" سے احیائے فی القیامۃ کے بعد والی حالت اور "ثم یحییکم"

سے احیاء فی القیامۃ مراد نہیں ہوسکتا۔ احیاء فی القیامۃ اور اس کے بعد والی حالت کے درمیان ایسی تاخیر نہیں ہوگی جس کو ثم سے بیان کیا جائے۔

معلوم ہوا کہ: "ثم یحییکم" عالم برزخ والی احیاء کی تبیین کے لئے ہے اور "ثم الیہ ترجعون" احیاء فی القیامۃ کی تبیین کے لئے۔ دوسرے یہ کہ اس جگہ کے علاوہ متعدد جگہوں میں اس صیغہ سے احیائے اخروی کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً:

"لہ ملک السمٰوات والارض ثم الیہ ترجعون (الزمر:۴۴)"

"وھو خلقکم اوّل مرۃ والیہ ترجعون (حم سجدہ:۲۱)"

"وعندہ علم الساعۃ والیہ ترجعون (الزخرف:۸۵)"

معلوم ہوا کہ سورہ بقرہ میں بھی "ثم الیہ ترجعون" احیائے اخروی ہی کی تبیین کے لئے ہے اور "ثم یحییکم" عالم برزخ میں احیاء کی تبیین کے لئے ہے۔ جب یہ متحقق ہوگیا کہ بعد التدفین عالم برزخ میں حیات عطاء کی جاتی ہے تو اب یہ سوال ہوتا ہے کہ عالم برزخ میں احیاء کے بعد جس طرح عوام پر موت طاری کر دی جاتی ہے۔ کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بندے مخلصین، مقربین، متقین پر بھی موت طاری کر دی جاتی ہے؟ اس کا جواب قرآنی بھی یہی ہے کہ ان لوگوں پر موت طاری نہیں کیا جاتی ہے۔

آخر سورہ دخان میں متقین جن کو عذاب جحیم سے بچائے جانے کی اور دخول جنت اور اس کی نعمتوں کی اور فوز عظیم کی بشارتیں دی جارہی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بندے مخلصین ومقربین ہی تو ہیں۔ ان کے متعلق فرمایا جارہا ہے: "لایذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولیٰ (دخان:۵۶)" وہ لوگ جنت میں (بعد دخول الجنۃ) موت کا مزہ نہیں چکھیں گے، لیکن موت اولیٰ (جس کا مزہ چکھ چکے ہیں قبل دخول جنت)

اس آیہ کریمہ سے دو امر ظاہر ہوئے۔ (۱) دخول جنت کے بعد موت طاری نہیں کی جاتی ہے۔ (۲) دخول جنت سے پہلے دو موتوں میں سے پہلی ہی موت کا مزہ وہ لوگ چکھیں گے، دوسری کا نہیں۔ دخول جنت سے پہلے دو عالم سے سابقہ ہوتا ہے۔ عالم دنیا اور عالم برزخ، عالم دنیا والی موت پہلی ہوئی اور عالم برزخ والی موت دوسری ہوئی۔ یعنی برزخ والی موت کا وہ لوگ مزہ نہیں چکھیں گے۔ معلوم ہوا کہ عالم برزخ میں احیاء کے بعد ان لوگوں پر موت طاری نہیں کی جاتی ہے۔ زندہ ہی زندہ ہیں۔ اسی لئے تو شہداء کے متعلق فرما ہی دیا گیا۔ "بل احیاء (آل عمران:۱۶۹)" پس وہ متقی مقرب، ہستی جو تمام متقین، مقربین سے افضل واکمل واعلیٰ ہے، ان کی حیات بعد الوفات سے اہل سنت والجماعت کیونکر انکار کر سکتے ہیں۔ بلکہ افضلیت واکملیت کی حیثیت سے ان کی حیات بعد الوفات کو بھی کمال حاصل ہے، کامل ترین حیات کے ساتھ حی ہیں۔ اس لئے ان کی کامل ترین حیات کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

عالم برزخ میں احیاء کے بعد ان لوگوں پر موت طاری نہیں کی جاتی ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ پر دنیاوی موت واقع ہونے کے بعد ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ کہنا ہوا۔ "والذی نفسی بیدہ لایذیقک الموتتین ابداً" اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ کو دو موت کا مزہ نہیں چکھائے گا۔ (یعنی دنیاوی موت تو واقع ہو چکی، عالم برزخ میں طاری کر کے اللہ تعالیٰ دو موت کا مزہ آپ کو نہیں چکھائے گا)

محمد نظام الدین کان اللہ لہٗ پھلواری

علمائے کرام کی رائے وتوثیق

(۱) مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی دامت معالیہ نائب امیر شریعت صوبہ بہار

حامداً و مصلیا و مسلماً! انبیاء علیہم السلام اس دنیا سے پردہ کر لینے کے بعد زندہ رہتے ہیں۔ یہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ مسئلہ ہے۔ تفسیر وحدیث کی تمام متداول کتابوں میں اس مسئلہ سے متعلق شواہد موجود ہیں۔ سلف صالحین کے جہاں بے شمار علمی احسانات ہم پر ہیں۔ اس باب میں بھی ہم ان کی گراں قدر خدمتوں کے ممنون ومشکور ہیں کہ ہمارے لئے انہوں نے اس موضوع پر مستقل رسالے سپرد قلم کر دیئے ہیں۔ جن کے حوالے آپ کو اس کتاب کے مندرجات میں ملیں گے۔

لیکن اس سلسلہ میں جہاں تک میری معلومات کا دسترس ہے، اس موضوع پر جتنے مضامین بھی مطالعہ میں آئے، اس میں ذہن کو یہ بڑی کمی محسوس ہوئی کہ یہ قطعی مسئلہ، طرز استدلال کے ہاتھوں ظنی ہو کر رہ گیا ہے اور اگر کہیں اس کی قطعیت کی طرف اشارہ بھی پایا جاتا ہے تو وہ اپنے ابہام واجمال کی وجہ سے غیر مفہوم درجہ میں ہے۔

خدا جزائے خیر دے مولانا شاہ عون احمد صاحب قادری زادت حسناتہم کو کہ انہوں نے اس کمی کا احساس کیا اور اپنی اس کتاب میں اس قطعی مسئلہ کو قرآن مجید کے نص قطعی سے اس طرح استدلال کیا کہ اس کی قطعیت کو اجاگر کر دیا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ عنی وعن سائر المسلمین!

یہ ایک واقعی حقیقت کا اظہار ہوگا اگر میں یہ لکھوں کہ اردو میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے جس میں خالص علمی رنگ میں، قرآن وحدیث اور اقوال سلف کے شواہد بہتر اور احسن اسلوب میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول عام عنایت فرمائے اور امت مسلمہ کے لئے نافع بنائے۔

عبدالصمد رحمانی یکم محرم الحرام ۱۳۷۶ھ

(۲) مولانا شاہ محمد عثمان غنی صاحب دامت معالیہ ناظم امارت شرعیہ صوبہ بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ عزیز محترم مولانا شاہ عون احمد صاحب سلمہ اللہ کو جزائے خیر عطاء فرمائے کہ انہوں نے حیات نبوی کے متعلق اس کتاب (نعت کبریٰ) میں قرآن وحدیث اور اقوال سلف کا ایک گراں بہا ذخیرہ جمع کر دیا ہے اور اس دینی اور علمی مسئلہ کو سہل اور آسان انداز سے تحریر کیا ہے جس سے امید ہے کہ لوگوں کے اوہام وشکوک کا ازالہ ہو جائے گا اور ان کو اطمینان حاصل ہو جائے گا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ اپنے روضہ اطہر میں اسی طرح حیات ہیں جس طرح اپنی وفات سے پہلے اپنے حجرہ اقدس میں تشریف رکھتے تھے۔

احقر محمد عثمان غنی غفرلہٗ

(۳) مولانا شاہ محمد موسیٰ صاحب دامت برکاتہ فریدی نعیمی، پھلواری شریف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

امابعد! رسالہ نعت کبریٰ فی حیوۃ المصطفیٰ مؤلفہ مولانا سید شاہ عون احمد صاحب میری نظر سے گزرا۔ علامہ موصوف نے اسے قرآن واحادیث سے اور علماء اہل سنت والجماعت کے اقوال سے مدلل ومبرہن کر دیا ہے اور

ایک فہرست بھی تمام اسناد واقوال کی اس میں درج کردی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اب اس روشنی کے بعد کسی کو اس متفقہ مسئلہ میں شک کی گنجائش رہ جائے اور دل کے اندر سے شکوک کی تاریکی زائل نہ ہو تو حیرت بالائے حیرت ہے۔ میری دعا ہے کہ مولانا کے مساعی جمیلہ مشکور ہوں اور یہ رسالہ نافعہ قوم میں مقبول ہو۔ اس رسالہ کو مولانا نے خود مجھے مطالعہ کے لئے مرحمت فرمایا اور میں نے اسے دیکھ کر چند گھنٹوں میں واپس کردیا اور حسب ارشاد اپنی مختصر رائے بھی پیش کردی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب! الراقم: محمد موسیٰ فریدی پھلواروی عفی اللہ عنہ ذنوبہ وستر عیوبہ

(۴) حضرۃ العلامۃ الاستاذ مولانا سید مناظر احسن گیلانی دامت برکاتہم رحمۃ اللہ کا مکتوب گرامی

''عاجز جب کتاب کی تسوید سے فارغ ہوا تو ماہ شعبان[1] ۷۵ ۱۳ھ کی کسی آخری تاریخ میں اس کو اخی الاعز مولوی عین احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ورقاہ الی مدارج الکمال کی معرفت حضرت العلامۃ الاستاذ مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی خدمت میں بھیجا کہ وہ مطالعہ کے بعد اصلاح وترمیم فرمادیں۔ چنانچہ مولانا نے جواب میں مکتوب ارسال فرمایا وہ یہ ہے۔ اس میں خاص مکتوب الیہ کے متعلق جو جملے زبان قلم پر آ گئے ہیں، اپنی طبیعت اس کو منظر عام پر لانے کے لئے تیار نہ تھی۔ اس لئے اتنا حصہ ان کی اجازت لے کر حذف کردینے کا ارادہ تھا۔ لیکن اب جب کہ وہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔ ان کی کسی تحریر میں حذف وترمیم کیونکر کی جاسکتی ہے۔ جب کہ زندگی میں ان سے اجازت نہیں لی گئی۔ ویسے بھی اب ان کی ہر جنبش قلم محفوظ اور باقی رکھنے کے قابل ہے۔ اس لئے طبیعت پر جبر دے کر ہی سہی، لیکن پورا مکتوب بجنسہ لکھ دیا گیا ہے۔ عاجز عون احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رات اپنی تاریکی پھیلا چکی تھی، مریض اپنے فرش علالت پر دراز ہونے کا قصد کررہا تھا کہ اچانک ''کلبہ دیجور'' ایک ''نور'' سے چمک اٹھا۔ دیکھتا ہوں کہ عون میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ سامنے ہے۔ اٹھ کر گلے سے لگا لیا۔ اس وقت تک یہی سمجھتا رہا کہ عون میاں ہی سے مل رہا ہوں، جب تک ''میں آفتاب نہیں، ماہتاب ہوں'' خود صاحب نور نے اس واقعہ سے مطلع نہ فرمایا۔ اگر خاموش رہتے تو آفتاب ہی ان کو آخر وقت تک سمجھتا رہتا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ خود آپس میں خردی وبزرگی کا ہی تعلق کیوں نہ ہو۔ ہمارے لئے تو دونوں بھائی چندے آفتاب[2] چندے ماہتاب ہیں۔ سلمکما اللہ تعالیٰ وعافاکما عن البلایا!

غربت کدے کی سرفرازی کا سبب معلوم ہوا، رات زیادہ ہو چکی تھی، صبح کو ان شاء اللہ! مسودہ پر نظر ثانی کرلی جائے گی۔ لیکن جب سونے کے لئے لیٹا تو لیٹنے کی فرصت بہت کم ملی۔ طبیعت جو عموماً رات ہی کو زیادہ بگڑ جاتی

---

[1] اس کے ٹھیک دو ماہ بعد یعنی ماہ شوال ۷۵ ۱۳ھ کی آخری تاریخوں میں مولانا علیہ الرحمۃ کی وفات ہوگئی۔ فقد فاتنا شیء عظیم فانا للہ وانا الیہ راجعون!

[2] مولانا کے متعلق مولانا عبدالماجد دریابادی کا یہ بجا ارشاد ہے کہ: ''بعض وقت تو اپنے چھوٹوں کو اتنا بڑھاتے کہ وہ بچارے خود اپنے متعلق بڑی غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جاتے۔'' (محقق گیلانی صدق جدید ص ۴ مورخہ ۵ / ذی قعدہ ۷۵ ۱۳ھ) اس جگہ بھی ایک چھوٹے سے چھوٹے انسان کو اپنے متعلق غلط فہمی میں مبتلاء ہو جانے کا امکان ہے۔ کیونکہ اپنی ہی طرح کی نا اہلی کے باوجود نفس کی تعریف کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔

ہے، کچھ زیادہ زبوں معلوم ہوئی۔ عین میاں سلمہٗ سے عرض کیا کہ آپ راجگیر ہوآئیں، جس طرح ممکن ہوگا میں نظر ثانی کی کوشش کروں گا۔ گرامی نامہ میں نظر ثانی کا حکم تھا۔ کل تو نہ ہوسکا۔ آج دوسرا دن ہے۔ اس ذمہ داری سے بحمد اللہ سبکدوش ہو رہا ہوں۔ کسی مقام پر کسی قسم کے ردوبدل کی کوئی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ اس سے زیادہ مواد اور کیا فراہم کیا جاسکتا تھا۔ اب کرنے کے چند ہی کام رہ گئے ہیں۔ (۱) مضامین کی ایک فہرست خود بنالی جائے۔ فرصت نہ ہو تو کسی تلمیذ کو حکم دیا جائے۔ کاش استطاعت ہوتی تو فقیر[1] ہی اس کام کو انجام دے دیتا۔

(۲) کتابیات کے عنوان سے ایک فہرست ان کتابوں کی لگا دیجئے جن سے مضامین اخذ کئے گئے ہیں[2]۔

(۳) اخبار الاخیار میں شیخ محدث نے ملتانی بزرگ شیخ صدرالدین کا یہ عجیب وغریب قول نقل کیا ہے:

''دو نعمت در عالم بالفعل موجود است کہ فوق جمیع نعمتہا ست لیکن مردم قدر ایں دو نعمت را نمی شناسند و بداں پے نمی برند و از تحصیل آں غافل اند'' جانتے ہیں کہ: ''فوق جمیع نعمتہا'' والی یہ دونوں نعمتیں کیا ہیں؟ ایک کے متعلق شیخ فرمایا کرتے تھے کہ: ''قرآن مجید کلام پروردگار است وو لے سبحانہ وتعالیٰ بے واسطہ بداں متکلم وخلق ازاں غافل اند۔''

یہ تو پہلی نعمت ہوئی اور دوسری نعمت ''فوق جمیع نعمتہا'' ان ہی کے الفاظ میں یہ ہے کہ ''وجود مبارک محمد مصطفی ﷺ بصفت حیات در مدینہ موجود است۔'' (ص ۲۱۵)

اللہ میاں سے بات چیت کرنے کے لئے قرآن مجید اور اللہ میاں کے محبوب کے قدموں تک پہنچنے کے لئے عالم آخرت یا عالم برزخ ومثال تک پہنچنے کا مکلف آدمی نہیں بنایا گیا ہے بلکہ لڑھکتے، گرتے پڑتے کسی طرح مدینہ منورہ تک پہنچنے میں مومن کامیاب ہوجائے۔ اس کو یقین کرنا چاہئے کہ جیتے جاگتے پیغمبر اللہ کے محبوب کے قدموں میں وہ پہنچ گیا۔ اسی پیغمبر کے قدموں میں ہے۔ اور قرآن سنا رہا ہے: ''اذا جاءک الذین یؤمنون بآیاتنا فقد سلام علیکم کتب ربکم علٰی نفسہ الرحمۃ انہ من عمل منکم سوء بجہالۃ ثم تاب من بعد ذالک (انعام: ۵۴)''

اپنے رسول کا سلام کان ہی سے نہیں بلکہ کان سے بھی زیادہ قطعی ذریعہ قرآن کے ذریعہ سن لیتا ہے اور اپنے مالک کے صفات سے واقف ہوجاتا ہے۔ فطرت انسانی جو کچھ چاہتی اور مانگتی ہے، سب کچھ مل گیا۔ یوں تو سارے انبیاء کے متعلق یقین دلایا گیا ہے کہ وفات کے بعد وہ زندہ ہوگئے۔ لیکن کچھ پتہ نہیں کہ کس نبی کی قبر کہاں ہے۔ محمد ﷺ کا آستانہ سارے انبیاء ومرسلین کے مقابلہ میں تنہا آستانہ ہے۔ جسے دوست ودشمن سب ہی جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اگر اس رسالہ کی اشاعت وطباعت کا سامان تیار ہے تو کار خیر کے لئے استخارہ کی کیا حاجت ہے، ایک متفقہ اجماعی مسئلہ کو آپ پیش فرما رہے ہیں۔ مولویوں کو دکھانے کی ضرورت کیا ہے کہ الفرقان کے ذریعہ ان کی تصدیق حاصل کرلیا جائے[3]۔ آپ اس کو بجائے مقالہ اور مضمون کے کتاب ہی کی شکل میں شائع فرمایئے۔

الداعی لکم ولاھل بیتکم

السید مناظر احسن گیلانی غفر اللہ ولمن رباہ

---

[1] جو شخص خود استاد کے مرتبہ میں ہو وہ اپنے ایک تلمیذ سے اس طرح تخاطب کرے، عجز وشکستگی کی ایسی مثال بہت کم ملے گی۔ یہی ان کے علو مرتبت کی دلیل ہے۔ غفر اللہ لہ واخصہ برحمتہ الخاصۃ اعاجز عون احمد

[2] چنانچہ (۱، ۲) کی ہدایت پر اسی وقت عمل کیا گیا جب مسودہ کی تبییض کا وقت آیا۔

[3] مولانا سے مشورہ لیا گیا تھا کہ اگر مناسب ہوا تو الفرقان وغیرہ کسی علمی پرچہ میں پہلے شائع ہوجائے؟ جس کے جواب میں یہ ارشاد ہوا۔ عون احمد

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ کہ دارالاشاعت مجیبیہ نے ہمارے علمی سرمایہ میں ایک اور نعمت کبریٰ کا اضافہ کیا۔ یعنی مسئلہ حیات النبی ﷺ پر ایک مستقل کتاب مرتب کر کے وقت کی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ یہ کتاب اپنے مقصود اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے کیسی ہے، اس کا صحیح اندازہ تو کتاب کے مطالعہ ہی سے ہوسکتا ہے یا وہ تقریظات رہنما ہوں گی جو مقتدر علماء نے لکھی ہیں۔ ایسے مصنفین لائق صد تبریک ہیں جو وقت کی نبض پہچانتے ہیں اور ٹھیک وقت پر وہ نسخہ شافی عطاء کرتے ہیں، جو قوم کے امراض روحانی واخلاقی کے لئے اکسیر کا کام کرتا ہے، حیات النبی ﷺ کا مسئلہ اہل سنت کا متفقہ مسئلہ ہے۔ سلف سے خلف تک کسی نے بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا اور بلا ریب وارتیاب ہر اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ بایں جسم وجان اپنے روضہ انور میں استراحت فرما ہیں، جس طرح اس عالم میں تشریف فرما ہوتے ہوئے حجرہ مبارکہ میں آرام فرماتے تھے۔

لیکن اس دور میں جب کہ بنیادی معلومات کی بھی کمی ہوتی جاتی ہے، اہم اعتقادی مسائل سے لوگ اور بھی دور ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اگر ان کے سامنے کوئی ایسی چیز آجاتی ہے جس کی ان کو واقفیت نہ تھی یا اس کی گہرائیوں تک ان کی عقل کی رسائی مشکل ہوئی تو دریائے حیرت میں غوطے کھانے لگتے ہیں اور چونکہ ہر چیز کو اپنی عقل کے کانٹے پر تولنے کے عادی ہیں۔ اس لئے یا تو حقیقت کا انکار کر دیتے ہیں یا تاویلات باردہ سے موضوع سخن کو کسی اور جانب موڑنے کی کوشش کرتے ہیں یا اس کے لئے کوئی نیا مفہوم پیدا کرتے ہیں۔

میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو کلام پاک کی اس آیت: ''بل اجیاء ولٰکن لا تشعرون (البقرۃ: ۱۵۴)'' کی دور از کار تاویلیں کرتے ہیں اور سلف کی بتائی ہوئی تفسیر ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مفہوم کو سمجھنے کے لئے شعور کی ضرورت ہے اور شعور ہی اس راہ میں رہنما ہے۔ وہ شعور جو انبیاء اور صلحاء کو اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا۔ لیکن ما وشما کے لئے تو ''ولٰکن لا تشعرون'' ہی کہا گیا ہے۔ انبیاء اور صلحا نے کبھی اپنی کھلی آنکھوں سے اس حیات کا اپنے پیش رو افراد میں مشاہدہ کیا ہے اور کبھی اپنے نور باطن سے معلوم کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ: ''بل احیاء'' کا صحیح مفہوم یہی حضرات سمجھ سکتے ہیں ورنہ: دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے!

مولانا شاہ عون احمد صاحب نے یہ کتاب ''نعمت کبریٰ'' لکھ کر نہ یہ کہ صرف وقت کی ضرورت کو پورا کیا اور اردو ادب میں مقتدر علمی سرمایہ فراہم کیا ہے بلکہ ایک ایسی شمع روشن کر دی ہے جس کی لو سے صدہا دلوں کی قندیلیں روشن ہوسکتی ہیں۔

اگرچہ مطالب علمیہ کی فراوانی کی وجہ سے طویل بحثوں سے احتراز کرتے ہوئے مختصر الفاظ میں مقصد کو واضح کیا گیا ہے، مگر ہر موضوع اپنے شواہد وادلّہ سے پوری طرح مزین ہوگیا ہے اور پڑھنے والے کے لئے کوئی تشنگی باقی نہیں رہتی۔ یہ کتاب علماء کے لئے بہترین یادداشت اور مبتدیوں کے لئے بدرقہ خیر ہے۔

ممبران دارالاشاعت کی گزشتہ نشست میں یہ موضوع زیر بحث تھا کہ جو غیر مطبوعہ کتابیں اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوسکی ہیں، ان کی اشاعت کا جلد سامان کیا جائے۔ چند جدید و قدیم کتابیں پیش نظر تھیں، لیکن جب ''نعمت کبریٰ'' سامنے آئی تو پھر کون تھا۔ جو اس نعمت کو اوّلیت کا منصب نہ دیتا۔ اس لئے بالاتفاق اسی کتاب کی اشاعت کا فیصلہ ہوا اور آج ہم مسرور ہیں کہ آپ کے سامنے مطبوعہ شکل میں پیش کر رہے ہیں۔ قدر شناسان علم وفن کی توجہ اگر ہماری طرف مبذول رہی تو بہت جلد ہم اور بھی غیر مطبوعہ کتابیں پیش کرسکیں گے۔ اشاعت کے سلسلہ میں ہمارے پیش نظر بہت کچھ کام ہے اللہ ہمارے ارادے میں برکت اور ہمت میں استواری عطاء فرمائے۔ آمین!

ناشر: سید محمد یوسف رضوی (رکن خصوصی مجلس دارالاشاعت مجیبیہ پھلواری شریف)

۱۱ رمحرم الحرام یوم یکشنبہ ۱۳۷۶ھ

پیشکش

ایک ذرہ بے مقدار ہیچمیرز و ہیچ مداں، حیات انبیاء علیہم السلام کے متعلق اپنی ناچیز تالیف کو سرچشمہ آب زندگانی، منبع حیات جاودانی زندگی بخش عالم و عالمیان، صاحب لولاک لما خلقت الافلاک حضور پرنور خاتم النبیین، سید المرسلین ﷺ کے حضور اقدس میں شیخنا العلام، مولانا ومولی الانام آیۃ من آیات رب العالمین محی الحق والملۃ والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارضاہ عنا کا وسیلہ اور ان کے دامن پاک کا سہارا لے کر پیش خدمت کرتا ہے اور عرض رساں ہے کہ جس آفتاب رسالت کے انعکاس نے لاتعداد ذروں کو غیرت خورشید بنا دیا۔ یہ ذرہ بےمقدار بھی اس کے انعکاس و پرتو کا محتاج و امیدوار ہے:

بیدم کی بھی قسمت کا ستارا چمکا اے ذرے کو آفتاب کرنے والے

عاجز بےنوا، عون احمد

حیات النبی ﷺ

عاجز کی یہ تحریر چند ماہ قبل شائع ہوکر منظر عام پر آچکی ہے۔ جو اپنے موضوع خاص پر بہت کم وقت میں بطور عجلت لکھی گئی تھی اور بعد میں اس کی شرح وتفصیل کے طور پر اس کتاب کی تالیف عمل میں آگئی ہے۔ اس لئے اب اس کو کتاب کے ''متن'' کی حیثیت سے شامل کرلیا گیا ہے۔ عاجز، عون احمد

اے سر و حدیقہ معانی جانی و لطیفہ جہانی
سر جوش خلاصہ معانی سرچشمہ آب زندگانی

جسم اور روح کے امتزاج سے جو صورت قائم ہے، اس کا نام انسان ہے، روح نور محض اور ایک نورانی مخلوق ہے۔ مادی چیزوں سے مبرّا ہے۔ اس لئے اس کو فنا اور زوال نہیں ہے اور جسم مادی اور فانی چیزوں سے مرکب ہے۔ اس کو فانی اور معدوم ہونا لازمی ہے۔ جسم اور روح کے متعلق یہ ایک ایسا عام حکم ہے جو نہ صرف انسان بلکہ خالق

اکبر کی ہر جاندار مخلوق کو شامل ہے اور ہر ایک کے لئے یکساں ہے۔ لیکن جس طرح خالق کائنات نے اپنی مخلوقات ومکونات کے لئے روح کی بقا اور جسم کے فنا کا فیصلہ فرمایا ہے۔ بلاشبہ اسی خالق اکبر اور مکون کائنات نے اپنے اس فیصلہ سے اس عام حکم سے بعض چیزوں کو مخصوص کرلیا ہے۔ یعنی اس قاعدہ کلیہ سے بعض کو مستثنیٰ کرلیا ہے اور وہ ہیں انبیاء علیہم السلام کی ہستیاں جن کو مبدأ فیاض کی طرف سے خصوصیتیں بخشی گئی ہیں۔ دیگر خصوصیتوں کے ساتھ ایک اہم خصوصیت ان میں یہ ہے کہ روح کے ساتھ ان کے جسم کو بھی دوام وبقا حاصل ہے۔

عقلاً اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام، خالق ومخلوق کے درمیان واسطہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ گرایک طرف خود مخلوق ہونے اور مخلوقات عالم سے گہرے تعلق کے باعث، جسم اور جسمانیت ان کے لئے لازم ہے تو دوسری طرف امر خداوندی سے تعلق اور قوی رابطہ رکھنے کی وجہ سے ان کے اجسام، عام انسانی اجسام کے اعتبار سے امتیازی اور خصوصی شان کے مالک ہیں۔ یعنی ان کی ذات اور مادی حیثیتیں فنا ہوکر خالص روحانی ہوجاتی ہیں اور سارا جسم مثل روح مجلی ومصفی ہوتا ہے تاکہ وہ امر ربانی کے ساتھ بدرجہ اتم مربوط ومنسلک رہ سکیں اور جب جسم مادی اشیاء سے مبرا ہے تو اس کو دوام وبقا کا وہی درجہ حاصل ہوگا جو روح کو حاصل۔ نقلاً اس کے وجوہ ارشاد ربانی ہے: ''واذا جاءک الذین یومنون بایتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علی نفسه الرحمة (الانعام:۵۴)'' جب آئیں تمہارے پاس میری آیتوں کے ماننے والے تو کہو سلام ہے تم پر، واجب کیا تمہارے رب نے اپنے اوپر مہربانی کو۔

مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو ایمان کی دولت کے ساتھ بارگاہ نبوت پر حاضر ہو اس کے لئے خداوند قدوس کا اپنے رسول رحمت ﷺ کو حکم ہے کہ آپ اس کو سلام علیکم کی دعاء کے ساتھ رب کی رحمت ومغفرت کا پیغام پہنچایئے تو کیا یہ حکم اسی وقت تک کے لئے مخصوص تھا جب کہ رحمت عالم ﷺ عالم دنیا میں جلوہ افروز تھے یا اس کے بعد بھی باقی ہے؟

حق یہ ہے کہ دونوں حالتوں کے لئے عام ہے۔ یعنی رہتی دنیا تک کے لئے یہ حکم باقی ہے۔ جس طرح قرآن کی دیگر آیات ہیں کہ جن کا واقعہ نزول اگرچہ مخصوص اور وقتی ہے، لیکن ان کا حکم قیامت تک کے لئے جاری اور باقی ہے۔

دوسری جگہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے: ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما (النساء:۶۴)'' اور اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تمہارے پاس آئیں اور اللہ سے گناہ کی مغفرت چاہیں اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت چاہیں تو پائیں گے وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

علمائے امت کی تصریحات ہیں کہ حیات نبوی کی ظاہری حیثیت ختم ہونے کے بعد بھی جو مومن بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر خداوند قدوس سے طلب مغفرت کرے گا وہ حضور ﷺ کی طرف سے بھی دعائے مغفرت کا مستحق ہوگا۔ چنانچہ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے صحیح روایتوں سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دفن کے تین روز بعد ایک بدوی نے مزار اقدس پر حاضر ہوکر اس آیت کریمہ کے حوالے سے مغفرت طلب کی۔ روایت

ہے کہ مرقد اطہر سے صدا آئی۔ انه قد غفر لک (بے شک تیری بخشائش ہوگئی) (تفسیر مدارک التنزیل) ان دونوں آیات ربانی کے مطابق رحمۃ اللعالمین ﷺ کی ذات گرامی عالم دنیا کی حیات ظاہری ختم ہونے کے بعد بھی حاضری دینے والے امتی کو سلام علیکم کی نوازش کرنے رب کی رحمت ومغفرت کا پیام پہنچانے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرنے پر خداوند قدوس کی طرف سے مامور ہے۔ یہ ان کی حیات جاودانی کی قرآنی دلیل اور ثبوت ہے۔

احادیث میں تو اس کے شواہد اتنے کثیر ہیں جن کا یکجا کرنا ایک مستقل اور طویل کام ہے۔ بہر حال چند یہ ہیں۔ (سنن ابی داؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی ان پانچوں کتب احادیث کی روایت ہے) جن کے راوی حضرت اوس بن اوس ہیں۔ یوم جمعہ کی فضیلت کے سلسلہ میں ارشاد نبی ہوا کہ اس روز کثرت سے مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ وہ مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد یہ کیونکر ممکن ہے؟ ارشاد ہوا کہ: ''ان اللہ حرّم علی الارض اجساد الانبیاء'' اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے انبیاء کے جسموں کو حرام کردیا ہے۔

دوسری روایت سنن ابی داؤد کی ہے جس کے راوی حضرت ابو الدرداء ہیں۔ یوم جمعہ کی فضیلت وبرکت کے سلسلہ میں کثرت درود اور اس کے بارگاہ نبوت میں پیش ہونے کے ذکر پر، راوی نے بعد موت اس حکم کے باقی رہنے پر اظہار حیرت کیا تو ارشاد نبوی ہوا ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق'' اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

یہ اور اس جیسی دوسری احادیث واضح طور پر بتا رہی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام ان کی ارواح کی طرح فانی اور معدوم نہیں ہوتے۔ موت ان کے لئے انتقال مکانی کا نام ہے۔ ان کو حیات جاودانی حاصل ہے۔ اس لئے ان کی وفات اور حیات دنیاوی میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اس کا علم، علمی اور تحقیقی حیثیت سے ہر مومن کو ہوسکتا ہے اور ہونا چاہئے۔ لیکن اس حقیقت کی یافت پر جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ چاہے، نوازے۔ چنانچہ جن کو نوازا گیا ہے وہ اسی یافت وشہود کے مرتبہ میں فرماتے ہیں:

بعہد خود تنہا بود پیدا بہر جزو زمان باشد محمدؐ

سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ارشاد نبوی منقول ہے: ''ما من احد یسلم علیّ الا رد اللہ علیّ روحی حتی ارد علیہ السلام'' جو بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ میری روح ادھر متوجہ کردیتا ہے تو میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس مضمون کی اور بھی متعدد احادیث موجود ہیں جن میں اس کی تصریح ہے کہ صلوٰۃ وسلام عرض کرنے والا (خواہ وہ زمین کے کسی حصہ سے عرض کر رہا ہو) نہ صرف یہ کہ اس کا تحفہ سلام بارگاہ رسالت میں پیش ہوکر مسموع ہوتا ہے بلکہ مجسمہ رأفت ورحمت سے اس کا جواب عطاء ہوتا ہے یہ ایک ایسا شرف سعادت ہے جس پر جان ومال اور کونین کی ہر دولت قربان ہوسکتی ہے:

جاں می دہم در آرزو اے قاصد آخر باز گو در مجلس آں نازنین حرفے کہ از ما می رود

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی یحیی ویمیت وھو حی لا یموت والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا ومولانا محمد الذی احیاہ اللہ تعالٰی بعد وفاتہ فھو حی بعد ان یموت وعلٰی الہ وصحبہ الذین اقتبسوا من نور حیاتہ فی حیاتہ وبعد وفاتہ۔ امابعد!

۱...... عالم کائنات کا سب سے اہم اور کامل ترین جز عالم انسانیت ہے۔ عالم انسانیت کی اصلاح اور اس کی تربیت کی تکمیل کے لئے خالق کائنات کے بنائے ہوئے وہ اسباب وذرائع جو بدءِ اسلام سے آج تک نفوس انسانی کے اخلاق وتربیت کی اصلاح کا ذریعہ ہوتے رہے اور آج سے رہتی دنیا تک ہوتے رہیں گے۔ وہ اور زندگی کی ایسی صحیح راہ جو ہر پیچ وخم سے افراط وتفریط سے، خیالات ونظریات کے غلو سے بچ بچا کر نفوس انسانی کو حقیقی نجات تک پہنچاتی ہو، اس کی دلالت وہدایت کا صحیح منصب جس کو بخشا گیا ہے وہ کتاب اللہ اور سنت نبوی ﷺ ہیں۔

حیات وممات کے کسی شعبہ کا مسئلہ ہو، کوئی نظریہ ہو، کوئی عقیدہ ہو، ہر ایک کی صحت وعدم صحت، حقانیت وعدم حقانیت اور ہر معاملہ میں حق وباطل کی تمیز، صداقت وعدم صداقت کی تفریق، دین میں غلو وعدم غلو کی تعیین، افراط وتفریط کی تصریح۔ ان سب کا استحقاق صرف کتاب اللہ اور سنت نبوی کو حاصل ہے جس مسئلہ، جس نظریہ اور جس عقیدہ کے حق میں کتاب وسنت کی واضح تصریحات ہوں، جس کو ان کی تائیدیں حاصل ہوں، وہ مسلک حقانیت پر مبنی ہے اور وہی قبولیت کی سند سے سرفراز اور جس کو کتاب اللہ اور سنت نبوی کے شواہد وبیّنات حاصل ہوں، وہی راہ حق وراہ مستقیم ہے اور وہی جادہ اعتدال۔ اس راہ حق سے ہٹ کر بطور خود جو راہ پیدا کی جائے گی وہ نہ تو راہ مستقیم ہوگی اور نہ وہ مسلک، مسلک اعتدال۔ اس لئے کہ انسانی فہم وتدبر کی کسوٹی اور اس کے علم وبصیرت کا معیار تسلیم شدہ طور پر کتاب وسنت ہی ہے۔

دوسرے مذاہب کے باطل معتقدات اور غلط نظریات سے مشابہت ومماثلت کا احتمال اسی جگہ پیدا ہو سکتا ہے جہاں نص صریح نہ ہو اور جہاں کتاب وسنت کے نصوص صریحہ موجود ہوں وہاں اس احتمال کی گنجائش ہی نہیں ہے اور بے محل احتمال پیدا کرنا کسی طرح لائق اعتنا نہیں اور قطعاً ناقابل قبول ہے۔

۲...... حیات وموت دونوں ایک دوسرے کے متقابل اور متضاد الفاظ ہیں۔ بنی نوع انسان کے لئے بھی موت وحیات کے اطلاق واستعمال میں تقابل وتضاد ملحوظ ہے۔ موت، قوت حیات کے زائل ہونے اور روح کے جسم سے جدا ہوجانے کا نام ہے۔

''وقولہ کل نفس ذائقۃ الموت فعبارۃ عن زوال القوۃ الحیوانیۃ وابانۃ الروح عن الجسد'' اور کل نفس ذائقۃ الموت، تو موت قوت حیات کے زائل ہونے اور روح کے جسم سے جدا ہوجانے سے عبارت ہے۔
(المفردات فی غرائب القرآن للعلامہ راغب اصفہانی ص ۴۹۲)

''مات، حلّ بہ الموت، وفارقت الروح جسدہ'' مات، یعنی موت طاری ہوئی اور روح اس کے جسم سے الگ ہوگئی۔ (المنجد ص ۸۴۰)

اور حیات، موت کی ضد ہے۔ یعنی حیات دنمو کی قوت کی بقا اور قوت حاسّہ کے وجود کا نام حیات ہے۔

''الحیاۃ تستعمل علی اوجہ الاوّل للقوۃ النامیۃ الموجودۃ فی النبات والحیوان والثانیۃ للقوۃ الحاسۃ وبی سمی الحیوان حیوانا'' حیات کئی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، ایک اس قوت نمو کو حیات کہتے ہیں جو نبات اور حیوان میں موجود ہو اور دوسرے حس رکھنے والی قوت کو کہتے ہیں اور اسی بنا پر حیوان کہتے ہیں۔

(المفردات فی غرائب القرآن للعلامہ راغب اصفہانی ص ۱۳۸)

''حی: حیوۃ، ضدمات'' حی حیوۃ (زندہ ہونا) مات کا ضد ہے۔ (المنجد ص ۱۶۰)

اہل تحقیق واہل لسان اور ارباب لغت کی تحقیق وتوضیح کے ماتحت نفوس انسانی کی موت روح کا جسم کو چھوڑ دینا اور اس سے جدا ہو جانا ہے اور حیات جسد کے اندر روح کا موجود رہنا یا جا کر واپس آ جانا۔

اس لئے نوع انسانیت کے باب میں حیات وموت کی تعبیر مطلق روح سے متعلق نہیں ہے اور اس کا اطلاق محض روح کے لئے صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اطلاق واستعمال جسد اور روح دونوں کے اشتراک پر موقوف ہے اور جسد کی حیثیت اس باب میں ایک مستقر اور محل کی ہے۔ اس لئے جب تک جسم میں روح موجود ہے یا روح، جسم سے نکل جانے کے بعد واپس آ گئی ہے تو اس وحیات وزندگی ہے اور جسم سے جب روح علیحدہ ہو جائے اور اس کو چھوڑ دے تو یہ اس کی موت ہے۔ حی اس جسم کو کہیں گے جس میں روح موجود ہے۔ (حقیقتاً یا حکماً) اور میت اس جسم کو جو روح سے خالی ہے۔ خلاصہ یہ کہ حیات وموت کے اطلاق میں خصوصاً نفوس انسانی کے لئے جسد جزء لاینفک کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے حیات کا تصور بغیر جسد کے ممکن نہیں ہے۔

نوع انسانی کے جس طبقہ کے لئے خالق کائنات کا یہ حکم ناطق ہو کہ: ''یہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ یعنی طریان موت کے بعد زندہ کر دیئے گئے۔'' تو اس تسلیم شدہ حقیقت کی بنا پر معنی ومفہوم یہی ہوئے کہ روح جسد میں موجود ہے اور روح کے موجود ہونے کی وجہ سے ان کا جسم زندہ ہے اور جسمانی حیات حاصل ہے اور اس جگہ حیات سے صرف روح کی حیات مراد لینا نہ عقلاً صحیح ہے نہ نقلاً۔

۳...... علامہ محدث شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں: ''وسبکی در شفائے سقام می گوید عود روح بجسد ثابت است مر جمیع اموات را چنا کہ در قبر ولیکن سخن در استقرار واستمرار روح است در بدن، بحیثیتے کہ بوئے زندہ گردد بدن، چنانکہ در دنیا بود۔'' علامہ سبکی شفائے سقام میں کہتے ہیں کہ روح کا جسم میں واپس آنا تمام مردوں کے لئے ثابت ہے، جیسا کہ قبر میں لیکن گفتگو اس میں ہے کہ روح بدن میں رہے اور اس طرح رہے کہ بدن اس کی وجہ سے زندہ رہے۔ جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۹۴)

علامہ محدث دہلوی دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''وثبوت او یعنی حیات مر روح را بے اشتباہ واشکال است، واما جسد بہ احادیث ثابت شدہ کہ اجساد انبیاء بوسیدہ نمی گردد وعود روح بجسد ثابت است مر جمیع اموات را۔ ہر چند شہداء نہ باشد وسخن در استقرار واستمرار روح در بدن بحیثیتے کہ بوئے زندہ گردد، چنانکہ در دنیا بود۔'' اور روح کے لئے حیات بغیر کسی شبہ واعتراض کے ثابت ہے۔ باقی رہا جسم تو احادیث سے ثابت ہے کہ انبیاء کے اجسام بوسیدہ

نہیں ہوتے اور روح کا جسم میں واپس آنا تمام مردوں کے لئے ثابت ہے، صرف شہداء ہی کے لئے نہیں اور گفتگو اس میں ہے کہ روح بدن میں ہمیشہ رہے اور اس طرح کہ بدن اس کی وجہ سے زندہ رہے۔ جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۱۸۵)

جسم انسانی میں طریان موت کے بعد پھر روح کا واپس آنا اور قبر میں اس کا دوبارہ زندہ ہونا ثابت اور تسلیم شدہ امر ہے۔ لیکن احیاء قبر کے بعد روح جسم کے اندر اسی طرح مستقراً باقی رہے جیسا کہ دنیا میں تھی۔ یعنی جسد، مستقر روح بن کر زندہ رہے اور جسمانی وحسی حیات حاصل ہو۔ یہاں کلام اور گفتگو، اس صورت خاص میں ہے۔

چنانچہ اگلے صفحات میں کتاب وسنت کے صریح شواہد وبیّنات اس کو پوری طرح واضح کرتے ہیں کہ ایسی جسمانی وحقیقی حیات اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مقربین ومنعمین بندوں میں سے بعض ان طبقوں کو عطاء فرمائی جو منصب نبوت پر فائز کئے گئے اور حاملین وحی کی صفت سے متصف ہوئے۔ ان کے حق میں کتاب وسنت کے بیّن شواہد وبراہین موجود ہیں کہ ان کو وفات کے بعد حقیقی وجسمانی حیات عطاء ہوئی اور وہ اپنی برزخی زندگی میں جسمانی کامل حیات پر فائز ہیں جو دنیاوی حیات کی طرح ہے اور اس حیات جاودانی کے باوجود وہ عبدیت کے مقام پر رہے اور خلاق عالم کی ایک مخلوق کے درجہ میں ہیں اور یہ عقلاً بھی بعید نہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام مخلوقات کی صف میں اور عباد اللہ کے زمرہ میں رہتے ہوئے حیات حقیقی جاودانی سے ممتاز ہوں، کیونکہ وہ صحیح معنی میں اس تخاطب کے مصداق ہیں کہ:

در جہانی واز جہاں بیشی ہم چو معنی کہ در بیان باشد

۴...... کتاب وسنت کے نصوص صریحہ کی بناء پر حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعد الوفات جسمانی حیات کا مسلک متفق علیہ مسلک ہے اور اہل سنت کا تسلیم شدہ نظریہ ہے اور اس بنا پر نہ صرف یہ کہ اس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے بلکہ وہ اتفاقی واجماعی ہونے کی وجہ سے رائے ونظریہ کے اختلاف سے بلند وبالا ہے۔ بلکہ بعض محققین ومفسرین اہل سنت نے مقربین کی اس جماعت کے لئے بھی جن کا منعمین کے چوتھے طبقہ میں شمار ہے اور جو ''صالحین'' سے تعبیر کئے گئے ہیں۔ یہ تصریح فرمائی ہے کہ انبیاء، صدیقین، شہداء جیسے انعام یافتہ بندوں کی ترتیب میں داخل ہونے کی وجہ سے ان کو بھی بعد الوفات حیات حقیقی جسمانی عطاء ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے (تفسیر مظہری پارہ سیتول ص ۹ مطبوعہ ہند) میں اور ملا علی قاری نے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۱۰ وایضاً مرقاۃ ج ۲ ص ۲۱۲ مطبوعہ مصر) میں بصراحت اس کو لکھا ہے۔

لیکن ایک طرف اگر بعض ائمہ محققین نے حیات بعد الوفات کے ثبوت کی اولیاء اور صلحاء کے لئے بھی تصریح کی ہے تو دوسری طرف، دوسرے اہل تحقیق اور ائمہ متقدمین نے اس کو حضرات انبیاء اور شہداء کے لئے مختص بتایا ہے اور دوسرے کسی طبقہ امت کے لئے اس کی تصریح نہیں کی ہے۔ اس لئے اولیاء وصلحائے امت کی حیات بعد الممات کے بارے میں دو مسلک اور دو نظریے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ ان میں ترجیح کس کو حاصل ہے اور محققین کی اکثریت کس طرف ہے۔ تاہم اتنا ضرور ہے کہ اولیاء وصلحاء کی وہ جماعت جس نے حیات وممات کے ہر شعبہ میں مشکوٰۃ نبوت سے اقتباس نور کیا اور ذات اقدس نبوی کی حیات جاودانی کا عکس وپرتو لیا۔ وہ بھی حیات حقیقی جاودانی

سے سرفراز کئے جائیں اور نوع انسانی کے اس مخصوص طبقہ کو دیگر فضیلتوں کے ساتھ یہ فضیلت وفوقیت بھی عطاء ہو تو کوئی مقام تعجب نہیں۔ کیونکہ:

فان تفق الانام وانت فیھم فان المسک بعض دم الغزالی

۵...... مسلک حیات انبیاء کا اجماعی ومتفق علیہ ہونا اور ائمہ متقدمین کا اس کی تخصیص وتصریح کرنا اس امر کا متقضی نہ تھا کہ خاص طور پر اس مسلمہ مسلک پر قلم اٹھایا جائے اور ثابت بالنص مسئلہ کو دلائل وبراہین سے ثابت کیا جائے۔ لیکن جب کسی نگاہ میں مسئلہ کی صحیح نوعیت نہ ہو اور مسلک کی مسلمہ حیثیت سے بے خبری کی بناء پر اس کو اختلافی سمجھا جائے اور حیات النبی ﷺ کا غلط مفہوم اخذ کر کے اس کی ایسی لغو اور باطل تعبیر کی جائے جو دوسرے کے لئے شکوک وشبہات کے اسباب پیدا کرنے کے لئے کافی ہو تو اس کی صحیح تعبیر وتشریح اور اس کی اجماعی واتفاقی حیثیت کی وضاحت دوسروں کے شبہات کے ازالہ کے لئے لازمی سمجھی گئی۔ پھر یہ کہ ائمہ متقدمین نے اپنی کتابوں میں حیات انبیاء علیہم السلام کی تصریح فرمائی ہے۔ بعض نے صرف اشارۃً تذکرہ کیا ہے۔ بعض اس کو ضمناً کسی بحث میں لے آئے ہیں اور بعض نے پوری تحقیق سے کام لیا ہے۔ بعض نے مفصل بحث کر کے مسئلہ منقح کیا ہے اور امام بیہقی جیسے محدث نے اس موضوع کی احادیث یکجاء کر دی ہیں۔

غرض کہ اکثر متقدمین علماء نے حیات انبیاء کے ثبوت میں کم وبیش حوالے ضرور دیئے ہیں۔ لیکن اس موضوع پر خاص تالیف متقدمین میں چند ہی حضرات نے کی ہے۔ جن میں سے اہم علامہ جلال الدین سیوطی ہیں۔ جن کی کتاب ''انباہ الاذکیا'' خاص اس موضوع پر ہے۔ لیکن سب عربی وفارسی تالیفات ہیں۔ (الحمد للہ کہ اخی الاعز الاکرم مولوی محمد عماد الدین صاحب سلمہ اللہ داوصلہ علی مدارج الکمال اخلف الصدق حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی نے بھی چند ماہ قبل ''انباہ الاذکیا فی حیاۃ الانبیا'' کا سلیس اردو میں مکمل ترجمہ کیا ہے تاکہ علامہ سیوطی کی تالیف سے عام لوگ بھی استفادہ کر سکیں۔ فجزاہ اللہ احسن الجزا!)

اس دور متاخرین میں بھی بعض اکابر نے اپنی تالیفات، مقالات اور سوال کے جواب میں اس موضوع پر دلائل وبراہین پیش کئے ہیں۔ تاہم خاص حضرت نبی کریم ﷺ کی حیات پر کتاب وسنت کے بیّن دلائل اور ائمہ متقدمین کی تصریحات اور براہین کے ساتھ ایک مجموعہ کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ یہی وہ اسباب ومحرکات ہیں جن کی بنا پر اس تالیف کی سعی کی گئی۔

خداوند قدوس کا ہزار ہا شکر ہے کہ کوچہ علم وتحقیق سے نابلد انسان کو یہ صلاحیت بخشی کہ اس نے حضرت نبی کریم ﷺ کی حقیقی جسمانی حیات کے شواہد وبیّنات کو ترتیب وتالیف کی شکل دے دی۔ جس پر اس کا مسرت اور منت پذیر دل یہ کہہ اٹھا:

(حسان بن ثابت)

وما مدحت محمدا بمقالتی ولکن مدحت مقالتی بمحمدٍ

دعا ہے کہ جس قادر مطلق نے اپنے بے پایاں فضل واحسان سے یہ نیک توفیق عطاء فرمائی۔ وہی اپنے لطف وکرم سے اس کو حسن قبول عطاء فرمائے اور لوگوں کے خیالات ونظریات کی تصحیح کے لئے مفید اور موثر بنائے۔ وھو الموفق وھو یھدی السبیل!

۶...... حیات انبیاء کا مسلک ایسا ہے کہ اس پر دوسرے طریقہ سے بھی تائید وشواہد پیش کئے جاسکتے تھے۔ لیکن مقصود اور نہ صرف مقصود۔ بلکہ اصلی معیار کتاب وسنت ہے۔ اس لئے سارے دلائل وبراہین اسی کی دلالت وہدایت کے مطابق لائے گئے۔ ورنہ اہل اللہ اور صاحب کشف ویقین حضرات کے وجدانیات ومکاشفات اور مشاہدہ حق کرنے والی نگاہ باطن کے ادراکات ومحسوسات اور محققین صوفیاء کے تصریحات وبیانات سے بھیرے شواہد وتائیدات جمع ہوسکتے تھے۔ لیکن یہ اس کا موقع نہیں تھا۔ قادر مطلق نے ہمت وقدرت بخشی اور اس کی توفیق وعنایت شامل حال رہی تو یہ بھی ہوجائے گا۔ وماذالک علی اللہ بعزیز! عبد عاجز عون احمد قادری ﷫

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''تبارک الذی بیدہ الملک وھو علٰی کل شئی قدیر الذی خلق الموت والحیاۃ لیبولکم ایکم احسن عملا وسبحان الذی قدّر لکل نفس انھا ذائقۃ الموت لیبلوھم بالشر والخیر فتنۃ وسبحان من یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک الذی قضٰی علیھا الموت ویرسل الاخریٰ الی اجل مسمی فسبحانہ وتعالٰی الذی قال وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون فبعد ایقاع الموت یفیض علی عامۃ الناس حیوۃ ضعیفۃ وقتیۃ فی البرزخ وبعد الممات ثم یحییھم یوم البعث حین ترجع الیہ الامور ومن شاء لہ دوام الحیاۃ الطیبۃ الکاملۃ من عبادہ المنتخبین فاعطاھم حیوۃ کاملۃ مستمرۃ دائمۃ الی یوم النشور فاحمدہ حمداً کثیراً واشکرہ شکراً جزیلاً واصلی واسلم علی رسولہ المجتبی ونبیہ المقتدی سیدنا محمد المصطفٰی الذی ھو نخبۃ المنعمین علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین الذین انعم اللہ علیھم بانواع النعم فقال الشھداء امتہ بل احیاء عند ربھم یرزقون فالنبی اولٰی بالحیوۃ وھو حیٌ بعد الوفاۃ وعلٰی آلہ وصحبہ الذی سلکوا مسلک الادب والتواضع فی حضرۃ نبی الرحمۃ الھدیٰ ومنع بعضھم بعضاً عن رفع الصوت وامر لا یرضٰی عند مرقدہ الانور ومسکنہ الاطھر لئلا یتأذی النبی الذی ھو حیٌ بعد وفاتہ بالحیوۃ الاکمل والافضل'' امابعد!

خالق کائنات کے جملہ مخلوقات ومکونات میں ایک اہم مخلوق انسان ہے۔ خلّاق عالم اپنی ہر جاندار مخلوق کو زندگی بخشنے اور پیدا کرنے کے بعد اس پر موت طاری فرماتا ہے۔ اس کی عادت جاریہ ہے کہ ہر قابل حیات کو جب حیات بخشا ہے تو ایک وقت مقررہ پر موت بھی طاری کرتا ہے۔ اللہ تعالٰی اور اس کی طرف سے آنے ہوئے حق کو قبول کرنے سے جب انکار کیا گیا اور انکار واعراض حد سے بڑھ گیا تو نوع انسانی کو مخاطب کرکے ارشاد ہوا۔

''کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون (البقرۃ:۲۸)''

تم کس طرح اللہ سے انکار کرتے ہو، حالانکہ تم بیجان تھے۔ اس نے تم کو زندہ کیا۔ پھر تم کو مارے گا، پھر زندہ کرے گا، پھر اسی کی طرف پھر کر جاؤ گے۔

دوسری جگہ نوع انسانیت پر اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کو مخاطب کیا گیا: ''وھو الذی احیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم (الحج:۶۶)'' اور اسی نے تم کو زندہ کیا پھر مارے گا پھر زندہ کرے گا۔

یعنی تم زندگی سے محروم تھے۔ اللہ تعالٰی نے تم کو حیات بخشی زندہ کیا اور تمہاری دنیاوی زندگی شروع

ہوئی۔ پھر تم کو مارے گا، موت طاری ہوگی اور دنیاوی زندگی ختم ہو جائے گی۔ پھر تم کو زندہ کرے گا (قبر میں) اور پھر تم کو (قیامت کے دن) اسی کی طرف لوٹنا ہے تاکہ تمہارے اعمال کی جانچ اور جزا و سزا کا فیصلہ ہو سکے اور نہ صرف یہ کہ نوع انسانیت کے لئے حیات کے ختم ہونے اور موت کے طاری ہونے کا حکم ہوا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہر نفس انسانی وغیر انسانی کے لئے لازمی حیثیت رکھتا ہے۔ ارشاد ہے: ''کل نفس ذائقة الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامة (آل عمران: ۱۸۵)'' ہر جاندار کو موت چکھنی ہے اور تم کو پورا بدلہ ملے گا قیامت کے دن۔

''کل نفس ذائقة الموت ثم الینا ترجعون (العنکبوت: ۵۷)'' ہر جاندار موت چکھے گا پھر تم لوگ میری طرف پھر کر آؤ گے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جب کفار و منافقین کا یہ سلوک ہوا کہ وہ لوگ آپ کی موت کا انتظار اور تمنا کرنے لگے تو خداوند قدوس نے حضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ (تفسیر مدارک ج ۳ و تفسیر خازن ج ۳ ص ۲۷۶ مطبوعہ مصر)

''افائن مت فهم الخالدون کل نفس ذائقة الموت ونبلوکم بالشر والخیر فتنة والینا ترجعون (الانبیاء: ۳۴)'' کیا آپ اگر مر گئے تو وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے، ہر نفس کو موت چکھنی ہے اور ہم تم لوگوں کو آزماتے ہیں برائی اور بھلائی سے اور میری طرف تم لوگ پھر کر آجاؤ گے۔

اسی طرح ایک بار کفار نے حضرت ﷺ کی موت کے انتظار و تمنا کا اظہار کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''انک میت وانهم میتون (الزمر)'' بے شک تم کو بھی مرنا ہے اور وہ بھی مریں گے۔ یعنی موت کچھ آپ ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ ہر ایک کے لئے یکساں ہے۔ اس لئے کسی ایک ذات کے لئے اس کا انتظار لایعنی امر ہے۔ (تفسیر مدارک ج ۴ و تفسیر خازن ج ۴ ص ۵۸ مطبوعہ مصر)

معلوم ہوا کہ ہر نفس انسانی کے لئے موت کی لذت شناسی ضروری ہے۔ جہاں تک موت کے طاری ہونے اور اس کی اذاقت (لذت شناسی) کا تعلق ہے کوئی فرد بشر اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ بلا تخصیص ہر انسان کو اس سے دوچار ہونا پڑے گا اور ہر ایک پر اللہ تعالیٰ کی سنت اماتت جاری ہوگی۔

طریان موت میں عامۃ الناس اور اخص الناس میں فرق

اذاقت موت (موت کی لذت شناسی) ایک قدر مشترک کے طور پر ہر نفس انسانی کے لئے مساوی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن کیا طریان موت کے کچھ پہلے اور طریان موت کے بعد کے حالات بھی ہر ایک نفس کے لئے علی التساوی اور برابر ہیں یا مختلف اور جداگانہ؟ کیا نفس انسانی کا کوئی طبقہ ایسا بھی ہے کہ اذاقت موت سے پہلے ان سے ان کی مرضی معلوم کی جاتی ہے اور قادر مطلق کی طرف سے ان کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ ابھی اور دنیا میں زندگی بسر کرنا چاہیں تو کریں یا اخروی زندگی پسند کریں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی سنت اماتت کے تحت بلا توقف موت کی لذت شناسی قبول کر لیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام پر موت طاری کرنے سے پہلے ان کی مرضی معلوم کی جاتی ہے

نوع انسانی کا کوئی طبقہ خواہ عامہ مؤمنین ہوں یا صالحین و اولیاء کسی کے لئے اس کا اختیار کا ثبوت کتاب و سنت سے موجود نہیں ہے۔ بلکہ یوں کہئے کہ نوع انسانی کے ان طبقوں میں سے کسی کے لئے بھی اس اختیار کے ثبوت

سے کتاب وسنت ساکت ہے۔ لیکن مخصوص بلکہ اخص ترین انسانوں کا ایک طبقہ ہے جس کو اذاقت موت سے پہلے یہ اختیار دیا جاتا ہے اوران کے اختیار و پسند پر عمل کیا جاتا ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایتیں ہیں۔

صحیحین کی روایتیں

"أن عائشة قالت كان النبی ﷺ يقول وهو صحيح انه لم يقبض نبی حتی يری مقعده من الجنة ثم يخير فلما نزل به ورأسه علی فخذی غشی عليه ثم افاق فاشخص بصره الی سقف البيت ثم قال اللهم الرفيق الاعلی فقلت اذلا يختارنا وعرفت انه الحديث الذی كان يحدثنا وهو صحيح" (صحیح بخاری باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ ج ۲ ص ۶۴۱) حضرت عائشہ ؓ کہتی ہیں کہ حضرت ﷺ نے اپنی تندرستی کے وقت فرمایا تھا کہ کسی نبی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک جنت میں اس کا ٹھکانہ اس کو نہ دکھایا جائے۔ پھر اس کو اختیار دیا جاتا ہے تو جب آپ مریض ہوئے اس وقت آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ آپ پر غشی طاری ہوئی۔ افاقہ ہوا تو چھت کی طرف نگاہ اٹھا کر بغور دیکھ کر فرمایا: "اللّٰهم الرفيق الاعلیٰ" تو ہم نے کہا کہ اب آپ ہم لوگوں کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتے اور اس وقت ہم نے جانا کہ یہ (یعنی آپ کو اختیار دیا جانا اور آپ کا اخروی زندگی کو پسند کرنا) اسی حدیث کی بناء پر ہے جو آپ صحت کی حالت میں فرما چکے تھے۔

"عن عائشة قالت كنت اسمع انه لا يموت نبی حتی يخير بين الدنيا والآخرة فسمعت النبی ﷺ يقول فی مرضه الذی مات فيه واخذته حجة يقول مع الذين انعم الله عليهم الاية فظننت انه خير" حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے سنا[1] تھا کہ کوئی نبی اس وقت تک نہیں مرتا جب تک اس کو دنیاوی اور اخروی زندگی میں اختیار نہ دیا جائے تو ہم نے حضرت ﷺ کو اس مرض میں جس میں آپ نے وفات پائی، کہتے سنا مع الذين انعم الله عليهم (الاية) تو میں نے سمجھا کہ آپ کو بھی اختیار دیا گیا۔ (صحیح بخاری باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ ج ۲ ص ۶۳۸ مطبوعہ ہند)

"عن ابی سعيد الخدری قال خطب رسول الله ﷺ الناس وقال ان الله خير عبداً بين الدنيا وبين ما عنده فاختار ذالك العبد ما عند الله قال فبكی ابو بكر فتعجبنا لبكائه ان يخبر رسول الله ﷺ عن عبد خير فكان رسول الله هو المخير وكان ابو بكر هو اعلمنا" (بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی بکر ج ۱ ص ۵۱۶) حضرت ابوسعید خدری ؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ وہ دنیاوی زندگی کو پسند کرے یا ما عند اللہ کو تو اس بندہ نے ما عند اللہ کو پسند کیا۔ اس پر حضرت ابوبکر ؓ رونے لگے۔ ہم لوگوں کو تعجب ہوا کہ حضرت تو ایک ایسے بندہ کی خبر دے رہے ہیں جس کو اختیار دیا گیا۔ دراصل جس کو اختیار دیا گیا تھا وہ حضرت ﷺ تھے اور حضرت ابوبکر ہم لوگوں میں سب سے زیادہ ان باتوں کا علم رکھتے تھے۔

---

[1] اس روایت میں حضرت عائشہ ؓ نے تصریح نہیں کی کہ کس نے سنا تھا لیکن دوسری روایتوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ خود حضرت ﷺ سے سنا تھا۔ اس لئے ائمہ وشارحین حدیث نے لکھا ہے کہ یہ بھی حضرت عائشہ ؓ نے حضرت ہی سے سنا تھا۔
(فتح الباری شرح بخاری لعلامہ ابن حجر ج ۸ ص ۱۰۳ و عمدۃ القاری شرح بخاری لعلامہ عینی ج ۸ ص ۲۴۴ مطبوعات مصر)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موت کا واقعہ

''عن ابی هریرة قال ارسل مالک الموت الی موسیٰ فلما جاءه صکّه فرجع الی ربه فقال ارسلتنی الی عبد لا یرید الموت قال ارجع الیه فقل له یضع یده علی متن ثور فله بما غطت یده بکل شعرة سنة قال ای رب ثم ماذا قال ثم الموت قال فالآن قال فسأل عز و جل ان یدنیه من الارض المقدسة رمیة بحجر قال ابو هریرة فقال رسول الله ﷺ فلو کنت ثم لاریتکم قبره الی جانب الطریق تحت الکثیب الاحمر قال و اخبرنا معمر عن همام حدثنا ابو هریرة عن النبی ﷺ نحوه'' (صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب وفات موسیٰ ج ۱ ص ۴۸۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجے گئے جب ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک طمانچہ ملک الموت کو لگایا۔ ملک الموت بارگاہ الٰہی میں پلٹ کر گئے اور عرض کرنے لگے کہ آپ نے ایک ایسے بندے کے پاس بھیجا جو موت کو نہیں چاہتا۔ (رب العزت کا ملک الموت کو حکم ہوا کہ) تم واپس جاؤ اور موسیٰ علیہ السلام سے کہو کہ کسی بیل کی پشت پر ہاتھ رکھے، بیل کے جتنے بال کو موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ ڈھانک لے گا ہر بال کے حساب سے ان کو ایک ایک سال دیا جائے گا۔ (ملک الموت نے پلٹ کر یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سنائی) تب موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرے پروردگار! پھر کیا ہوگا؟ تو کہا گیا موت۔ (یعنی مرنے پڑے گا) تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پھر وہ اسی وقت کیوں نہ آجائے۔ فرمایا انہوں نے کہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں یہ درخواست کی کہ ارض مقدس (سرزمین فلسطین) سے اتنا قریب ہونے کا موقع دیا جائے (کہ مجھ میں اور ارض مقدس میں اتنا فاصلہ باقی رہے) جو کسی پتھر کے پھینکنے سے قطع ہوسکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اگر تم وہاں ہوتے تو تم لوگوں کو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر دکھا دیتا جو سرخ رنگ والے ٹیکرے کے نیچے راستہ کی ایک طرف ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ معمر نے بیان کیا کہ ہمام کی ایک روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی کہ حضرت ﷺ اس واقعہ کا ذکر کرتے تھے۔ (مطلب یہ ہے کہ ارسال کے بجائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ مرفوع طریقہ سے بھی مروی ہے)

''عن همام بن منبه قال هذا ما حدثنا ابو هریرة عن رسول الله ﷺ فذکر احادیث منها و قال رسول الله ﷺ جاء ملک الموت الی موسیٰ علیہ السلام فقال اجب ربک قال: فلطم موسیٰ علیہ السلام عین ملک الموت ففقأها قال فرجع ملک الموت الی الله تعالیٰ فقال انک ارسلتنی الی عبد لک لا یرید الموت و قد فقأ عینی قال فرد الله الیه عینه و قال ارجع الی عبدی فقل الحیاة تریدفان کنت ترید الحیاة فضع یدک علی متن ثور فما توارت یدک من شعره فانک تعیش بها سنة قال ثم مه قال ثم تموت قال فالآن من قریب رب ادننی منا لارض المقدسة رمیة بحجر قال رسول الله ﷺ والله لو انی عنده لاریتکم قبره الی جانب الطریق عند الکثیب الاحمر'' (صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب فضائل موسیٰ علیہ السلام ج ۲ ص ۳۰۹ مطبوعہ مصر)

ہمام بن منبہؒ سے مروی ہے انہوں نے کہ ہم سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ سے روایت کردہ جو حدیثیں بیان کیں ان میں سے یہ بھی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ اپنے رب کا بلاوا منظور کیجئے۔ (یعنی موت قبول کیجئے) فرمایا حضرت ﷺ نے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ پر ایسا طمانچہ رسید کیا کہ اس کی ایک آنکھ جاتی رہی تو وہ بارگاہ الٰہی میں پلٹ کر گئے اور عرض

کہا کہ اپنے ایسے بندہ کے پاس آپ نے مجھے بھیجا جو موت کو نہیں چاہتا اور میری آنکھ پھوڑ دی۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ واپس فرمائی اور فرمایا جاؤ میرے بندہ سے کہو کہ تم ابھی اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو اپنا ہاتھ کسی بیل کی پشت پر رکھو تو جتنے بال کو تمہارا ہاتھ ڈھانک لے گا ہر بال کے حساب سے ایک ایک سال زندگی گزار سکتے ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ جواب ملا پھر موت آئے گی۔ انہوں نے کہا کہ تو پھر ابھی آجائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ درخواست کی کہ میرے پروردگار ارض مقدس (سرزمین فلسطین) سے مجھے اتنا قریب کردے (کہ مجھ میں اور اس میں اتنا ہی فاصلہ رہے) جو کسی پتھر کے پھینکنے سے قطع ہو سکتا ہو۔ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے) حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو تم لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر دکھاتا جو سرخ رنگ والے ٹیکرے کے پاس راستہ کے ایک طرف ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اختیار دیا گیا اور ان کی مرضی معلوم کرنے کے بعد موت طاری ہوئی

''فیہ دلالۃ ان موسیٰ علیہ السلام اما خیرہ اللہ تعالیٰ اختارہ الموت شوقاً الی لقاء ربہ تعالیٰ کما خیر نبینا ﷺ فقال الرفیق الاعلیٰ'' یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اختیار عطاء فرمایا تو انہوں نے موت کو اللہ سے ملنے کے شوق میں اختیار فرمایا جیسے رسول اللہ ﷺ کو جب اختیار دیا گیا تو آپ نے رفیق اعلیٰ کی رفاقت اختیار فرمائی۔ (حاشیہ ۲ بخاری ج ۱ بحوالہ عینی شرح بخاری ص ۴۸۴ مطبوعہ ہند)

''وقد کان موسیٰ علیہ السلام علم انہ لا یقبض حتی یخیر'' موسیٰ علیہ السلام کو علم تھا کہ اختیار دیئے جانے کے بعد روح قبض کی جائے گی۔ (حاشیہ ۱۰ بخاری ج ۱ بحوالہ قسطلانی شرح بخاری ص ۱۷۸ مطبوعہ ہند)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ان مستندانہ اور متعدد روایات[1] سے معلوم ہوا کہ کامل انسانوں کا وہ مخصوص طبقہ جن کی صفت حاملین وحی ہے اور جو انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے نام سے متعارف ہیں۔ ان کی دنیاوی آخری زندگی کی پسندیدگی کے بارے میں اذاقت موت سے پہلے اختیار دیا جاتا ہے اور ان سے ان کی مرضی معلوم کی جاتی ہے اور باوجود اس کے کہ سنت امامت کے تحت ان پر بھی موت طاری ہوتی ہے اور وہ بھی لذت مرگ سے آشنا کئے جاتے ہیں۔ لیکن ان کی اس سے پہلے کی یہ حالت یعنی اختیار دیا جانا ان ہی کے لئے مخصوص ہے۔ وہ اس بارے میں سب سے مستثنیٰ اور ممتاز ہیں۔

طریان موت کے بعد عامۃ الناس اور اخص الناس میں خصوصی امتیاز

اسی طرح اذاقت موت کے بعد جسد انسانی کو قبر میں جو عارضی اور وقتی حیات عطاء کر کے واپس لے لی جاتی ہے۔[2] کیا عامۃ الناس کی طرح بلا استثناء مؤمنین کے ہر طبقہ کے ساتھ اذاقت موت کے بعد ایسا ہی ہوتا ہے یا لذت مرگ سے آشنا ہونے کے بعد بعض مخصوص طبقوں کو ہمیشہ کے لئے کامل حیات بخشی جاتی ہے۔

---

۱ اس مضمون کی روایتیں خود صحیح بخاری میں مختلف اور متعدد طرق سے اور بھی موجود ہیں اور صحاح کی دوسری کتابوں میں بھی۔

۲ عامۃ الناس پر قبر کے سوال و جواب کے بعد موت کا طاری ہو جانا جو قیامت تک مستمر اور باقی رہے۔ اس کی سند (۱) ''واما سائر الخلق فانھم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم القیامۃ و مذھب اھل السنۃ والجماعۃ ان فی القبر حیاۃ و موۃ'' (عمدۃ القاری شرح بخاری للعلامہ عینی ج ۷ ص ۶۰۰) (۲) و بر ہر تقدیر از اقوال ایشاں ظاہر می شود کہ مردہ را بعد از سوال و جواب و نمودن جائے نشست او در بہشت و دوزخ و فتح باب آں۔ بہ میرانند و در وقت بعث زندہ می گردانند۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ ج ۱ ص ۱۲۹)

کتاب وسنت کے نصوص بتاتے ہیں کہ جس طرح لذت مرگ سے آشنا ہونے سے پہلے انبیاء علیہم کا حال عامۃ الناس سے مختلف اور علیحدہ ہے، اسی طرح اس کے بعد بھی اللہ کے بندوں میں سے بعض مخصوص طبقوں کا حال تمامی عالم سے ممتاز اور جداگانہ ہے۔

نص قرآنی سے استدلال

(۱) شہداء کی حیات بعد الممات

اللہ تعالیٰ کے منعم علیہم (انعام یافتہ) بندوں، نبیین، صدیقین، شہداء، صالحین میں سے بعض چند طبقوں کے متعلق ارشاد ہے: ''ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون (البقرۃ: ۱۵۴)'' اور تم ان کو مردہ نہ کہو جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو اس کی سمجھ نہیں۔

دوسری جگہ فرمایا گیا: ''ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون (آل عمران: ۱۶۹)'' اور ان کو تم مردہ نہ گمان کرو جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔

ان دونوں آیتوں میں احیاء کا حکم ''قتل فی سبیل اللہ'' پر ہے۔ مطلقاً ہر قتل کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ بلکہ اس قتل کے لئے ہے جو ''فی سبیل اللہ'' یعنی جہاد کی حالت میں ہو مطلب یہ ہے کہ جہاد میں ''انتہائی جسمانی اذیت جو ''قتل'' ہے۔ اگر کسی مومن کو کافر کے ہاتھوں پہنچے گی تو اللہ تعالیٰ کی جناب سے اس کو یہ مرتبہ ملے گا کہ شرعاً (۱) اس کو ''اموات'' کہنا اور ''اموات'' سمجھنا غلط ہوگا۔ (۲) بلکہ ایسے تمام لوگ ''احیاء'' ہیں۔ جن کو اللہ کی جناب سے رزق دیا جاتا ہے۔

(۲) انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الوفات

یہ ان آیتوں کی عبارۃ النص ہے اور اس عبارۃ النص کے لئے لازم معنی یہ ہیں کہ باب جہاد میں وہ انتہائی اذیت جو جسمانی انتہائی اذیت سے بڑھ کر ہوگی وہ اس عبارۃ النص کے حکم میں دلالۃ النص کے اعتبار سے بدرجہ اولیٰ داخل ہوگی اور وہ روحانی انتہائی اذیت ہے جو کفار کے ہاتھوں انبیائے کرام کو پہنچتی ہے اور وہ اس کو جھیل جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس کو جہاد اکبر کہا ہے۔[1]

---

[1] اور مکی زندگی میں حضور ﷺ بحکم ''جاھدھم بہ جھادا کبیرا (الفرقان: ۵۲)'' اسی جہاد میں مشغول تھے۔ (۲) سورۃ آل عمران کی مذکورہ آیت کریمہ کے لفظ فی سبیل اللہ سے علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے عمومیت کا فائدہ اٹھایا ہے اور اس کو اس میں داخل کیا ہے جو کسی امر خیر میں مرا ہو، ان کی پوری عبارت یہ ہے: ''فی سبیل اللہ یعنی فی الجھاد لفظ فی سبیل اللہ عام یشتمل من مات فی شئ من امور الخیر غیر ان لفظ القتل لایشتملہ عبارۃ لکن یدخل فیہ بدلالۃ النص بالطریق الاولی'' اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں لفظ فی سبیل اللہ عام ہے جو امر خیر میں مرنے والوں کو بھی شامل ہے۔ مگر لفظ قتل ان کو عبارۃ النص کے اعتبار سے شامل نہیں ہے۔ لیکن دلالۃ النص کے اعتبار سے اس حکم میں وہ بدرجہ اولیٰ داخل ہوا۔ لفظ قتل کے دلالۃ النص سے انبیاء علیہم تو اس حکم میں بطریق اولیٰ داخل ہیں۔ کیونکہ شہداء پر ان کی اوّلیت وافضلیت مسلم ہے۔ لیکن شہداء پر ہر امر خیر میں مرنے والے کی اوّلیت قابل بحث ہے۔ لہٰذا ان کا بحیثیت دلالۃ النص کے اس حکم میں داخل ہونا قابل بحث ہوگا۔

دلالۃ النص سے استشہاد

بہر حال "بل احیاء عند ربھم یرزقون (آل عمران: ۱۶۹)" کا حکم قرآن کریم کے نص قطعی سے بلحاظ عبارۃ النص شہداء کے لئے ثابت ہے اور یہی حکم باعتبار دلالۃ النص کے بطریق اولی انبیاء علیہم کے لئے ثابت ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر مظہری میں اس کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے: "غیر ان لفظ القتل لایشتملہ عبارۃ لیکن بدلالۃ النص یدخل فیہ بالطریق الاولی" لفظ قتل غیر شہداء کو (مثلاً انبیاء علیہم کو) عبارۃ النص کے اعتبار سے شامل نہیں ہے۔ مگر دلالۃ النص کے اعتبار سے اس حکم میں وہ بدرجہ اولیٰ داخل ہیں۔

(تفسیر مظہری ج ۳ ص ۸۷ ۳ مطبوعہ مطبع الغریب حصار)

حاصل یہ کہ کامل انسانوں کے ان چند طبقوں کے لئے موت طاری ہونے کے بعد حیات جاودانی حاصل ہونے کی وضاحت نص قرآنی سے ہوتی ہے۔ چنانچہ تمام متداول تفسیروں میں اس کی تصریح موجود ہے۔

قاضی بیضاوی اپنی تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل میں فرماتے ہیں: "وھم انھم اذا ماتوا وقتلوا کانوا احیاء" اور وہ یہ ہے کہ جب یہ لوگ مر گئے یا مارے گئے تو زندہ ہو گئے۔ (تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۱۶۳، نول کشور)

امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں: "والمقتول فی سبیل اللہ احیاہ اللہ بعد القتل وخصہ بدرجات القربۃ والکرامۃ واعطاہ افضل انواع الرزق" اور جو اللہ کی راہ میں مارا گیا اس کو اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد زندہ کر دیا اور قرب و کرامت کے درجوں کے ساتھ مختص کیا اور سب سے افضل قسم کا رزق ان کو عطاء کیا۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۳ مطبوعہ مصر)

دوسرے مقام پر امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: "فانہ لا یبعد انہ لما مات البدن انفصل ذالک الشیئ حیاً وان قلنا انہ اماتہ اللہ الا انہ تعالیٰ یعید الحیاۃ الیہ" اس لئے کہ یہ بعید نہیں کہ مرنے کے بعد بدن سے حیات جدا ہو جاتی ہے اور اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اللہ نے اس کو مار دیا۔ مگر پھر اللہ تعالیٰ حیات کو بدن کی طرف لوٹاتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۳۹ مطبوعہ مصر)

مفسرین کرام کے ان اقوال نے بتایا کہ عام انسانوں کی طرح انعام یافتہ طبقہ پر بھی موت طاری ہوتی ہے۔ یہ طبقہ بھی طریان موت اور اذاقت موت سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ لیکن اذاقت موت کے مرحلہ کے بعد ان کو حیات بخشی جاتی ہے۔

شہداء کی حیات بعد الممات کی نوعیت روحانی ہے یا جسمانی

اب دیکھنا ہے کہ یہ حیات کس نوعیت کی ہے۔ علامہ علاء الدین الخازن اپنی تفسیر لباب التاویل فی معنی التنزیل مشہور بہ خازن میں آیت: "ولا تحسبن الذین قتلوا" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اختلفوا فی معنی ھذہ الحیاۃ ھل ھی للروح او للروح والجسم معا فمن اثبت الحیاۃ للروح دون الجسم قال یدل علی ذالک قولہ ﷺ ارواح الشھداء فی حواصل طیر خضر فخص الارواح دون الاجساد ومن اثبت الحیاۃ للروح والجسم معاً قال یدل علیہ سیاق الایۃ وھو قولہ تعالیٰ عند ربھم یرزقون فاخبر اللہ سبحانہ وتعالیٰ انھم یرزقون ویاکلون ویتنعمون کالاحیاء وقیل ان الشھید لا یبلی فی قبرہ ولا تاکلہ الارض کغیرہ" لوگوں کو

اختلاف ہے اس حیات کے معنی میں کہ کیا حیات صرف روح کے لئے ہے یا روح وجسم دونوں کے لئے تو جن لوگوں نے حیات کو صرف روح کے ثابت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کی دلیل حضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہیں تو روحیں حیات کے لئے مخصوص ہوئیں نہ جسم اور جس نے حیات کو روح وجسم دونوں کے لئے ثابت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کی دلیل سیاق آیت سے ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ''عند ربهم يرزقون'' (اپنے رب کے پاس روزی دیئے جاتے ہیں) ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی کہ وہ لوگ روزی دیئے جاتے ہیں، کھاتے ہیں اور نعمت پاتے ہیں۔ زندوں کی طرح اور کہا گیا ہے کہ شہید اپنی قبر میں بوسیدہ نہیں ہوتے اور ان کو زمین نہیں کھاتی ہے دوسروں کی طرح۔ (تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۲۳ مطبوعہ مصر)

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں: ''واما الوجه الثاني من الوجوه المحتملة في هذه الاية ان المراد ان الشهداء احياء في الحال والقائلون بهذا القول منهم من اثبت هذه الحياة للروح ومنهم من اثبتها للبدن'' اس آیت میں جو وجہیں ہوسکتی ہیں ان میں سے دوسری وجہ یہ ہے کہ مراد یہ کہ شہداء زندہ ہیں اسی وقت سے اور جو لوگ اس کے قائل ہیں ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے حیات کو روح کے لئے ثابت کیا ہے اور بعض وہ ہیں جنہوں نے حیات کو بدن کے لئے ثابت کیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۳۹ مطبوعہ مصر)

ائمہ مفسرین کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ اس امر متفق علیہ کے بعد کہ اذاقت موت کے لئے بعض طبقوں کو حیات حقیقی جاودانی حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ حیات صرف ان کی روح کے لئے ہے یا روح وجسم دونوں کے لئے۔ اس بناء پر ائمہ متقدمین اور اکابر علماء کا اس بارے میں دو مسلک ہے۔ ایک حیات روحی، دوسرے حیات جسدی اور دونوں کے پاس کتاب وسنت کے دلائل وشواہد ہیں۔

حیات روحانی پر ایک اشکال اور اس کے جواب پر تنقید اور مستند حوالے

حیات روحی کے مسلک پر جو مشہور اشکال ہے کہ صرف روح کی حیات کسی خاص طبقہ کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ عامہ مؤمنین بلکہ عامۃ الناس کی روحیں موت کے بعد زندہ رہتی ہیں۔ اس میں انبیاء اور شہداء کی تخصیص نہیں اور سیاق آیت تخصیص کا مقتضی ہے۔ جواباً جو کہا گیا ہے اور قاضی بیضاوی نے بھی لکھا ہے کہ قرب درجہ اور فضیلت کرامت کی وجہ سے ان کو تخصیص حاصل ہے۔ یہ حقیقۃً محل غور ہے۔ کیونکہ فحوائے کلام اللہ اور مقتضائے آیت سے اس کی تائید نہیں ہوتی کہ فضل وکرامت کے باعث ان کو احیاء سے محض تعبیر کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ قطعی اور واقعی امر ہے کہ محض احیاء سے ان کی تعبیر مقصود نہیں ہے بلکہ آیت کا اطلاق اور اس کا سیاق، ان کی حیات کو کامل طور پر ثابت کر رہا ہے۔

ملا احمد جیون اپنی تفسیر احمدی میں فرماتے ہیں: ''وحاصل الكلام في هذا المقام ان الاية ان اجريت على ظاهرها في حق الشهداء خاصة كانت دليلا واضحا على كونهم احياء ذائقين لذة التنعيم'' اس مقام میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر آیت کو اس کے ظاہری معنی پر اطلاق کیا جائے تو شہداء کے حق میں خاص کر یہ دلیل واضح ہے ان کے زندہ ہونے کی ایسی زندگی کہ وہ نعمتوں کی لذت کا ذوق واحساس رکھتے ہیں۔ (تفسیر احمدی ص ۳۶ مطبوعہ ہند)

بہر حال قطع نظر اس سے کہ حیات روحی وحیات جسدی میں صحیح مسلک کون سا ہے۔ یہ مسلم ہے کہ ان کو حیات حاصل ہے اور ایسی حیات جو ائمہ مفسرین کے اقوال کے مطابق قریباً حیات جسدی ہے۔ ملاحظہ ہو: ''بل

احیاء عند ربھم مقربون عندہ ذو زلفی یرزقون مثل ما یرزق سائر الاحیاء ویأکلون ویشربون وھو تاکید لکونھم احیاء ووصف لحالھم التی ھم علیھا من التنعم برزق اللہ'' بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، مقرب ہیں اللہ کے نزدیک قرب ومرتبہ کے ساتھ رزق دیئے جاتے ہیں جیسا کہ تمام زندوں کو روزی دی جاتی ہے وہ کھاتے ہیں اور پیتے ہیں اور یہ ان کے زندہ ہونے کی تاکید ہے اور جس حال پر وہ ہیں یعنی اللہ کے رزق سے نعمت پانا اس کی یہ صفت ہے۔ (تفسیر مدارک التنزیل ج ا ص ۲۲۳ مطبوعہ مصر)

''وبالجملة فحیوة الشھداء قدر مایذوق النعیم معلومة بالنص القطعی'' اور خلاصہ یہ کہ شہداء کی ایسی حیات جس سے نعمتوں کا ذوق واحساس ہو، نص قطعی سے معلوم ہوئی۔ (تفسیر احمدی ص ۳۶ مطبوعہ ہند)

''پس در حقیقت حیات ایشاں اتم از حیات دنیوی است'' ولکن لا تشعرون'' ولیکن شما شعور ندا ید کہ ایشاں ہنوز در ترقی اعمال ودر تمتعات وتلذذات بدنی با شما شریک اند بلکہ از شما زیادہ تر وفزون تر۔ بایں جہت کہ آں ابدان ایشاں از نظر شما غائب اند ودر عالم دیگر ورائے عالم شما رزق ایشاں وسیر ودور ایشاں مقرر است۔'' تو ان لوگوں کی (شہدا کی) حیات دنیوی حیات سے زیادہ کامل ہے اور لیکن تم کو اس کا شعور نہیں ہے۔ یعنی لیکن تم شعور نہیں رکھتے ہو کہ یہ لوگ اب تک اعمال کی ترقی اور بدنی نفع اندوزی ولذت شناسی میں تم لوگوں کے شریک ہیں بلکہ تم سے بہت زیادتی اور اضافہ کے ساتھ اسی سبب سے کہ ان لوگوں کے وہ ابدان تمہاری نظر سے غائب ہیں اور تمہارے عالم کے ماوراء، دوسرے عالم میں ان لوگوں کا رزق اور سیر کرنا اور گھومنا متعین ہے۔

(تفسیر فتح العزیز حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص ۵۶۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)

ائمہ سلف کی اکثریت نے حیات جسمانی کو ترجیح دی ہے

''قولہ بل احیاء حیوة الشھداء ثابتة فی الآیات والاحادیث وقد اختلفوا فیھا فذھب کثیر من السلف الی انھا حیاة حقیقة بالروح والجسد ولکنا لا ندرکھا ولا نعلم حقیقتھا لانھا من احوال البرزخ التی لا یطلع علیھا'' بلکہ وہ زندہ ہیں، شہداء کی حیات، آیات واحادیث میں ثابت ہے اور اس میں لوگوں کا اختلاف ہے تو اکثر ائمہ سلف کا مسلک یہ ہے کہ ان کی حیات حقیقی ہے روح اور جسم کے ساتھ۔ لیکن ہم اس کا ادراک نہیں کر سکتے اور اس کی حقیقت نہیں جانتے۔ کیونکہ وہ برزخ کے ان احوال سے ہے جس سے کوئی واقف نہیں ہے۔

(اکلیل شرح مدارک التنزیل از علامہ عبدالحق مکی ج ۲ ص ۶۹ مطبع اکلیل المطابع)

اگر ایک طرف یہ تصریحات، انعام یافتہ بندوں کے بعض مخصوص طبقوں (انبیاء اور شہداء کے لئے نص سے اس حیات کے ثبوت کی وضاحت کر رہی ہیں جو قریب قریب حیات جسدی ہے تو دوسری طرف ان تصریحات سے اس کی بھی وضاحت ہوگئی کہ باوجود حیات روحی اور حیات جسدی کے اختلاف کے ائمہ سلف کی اکثریت نے حیات جسدی کو ترجیح دی ہے اور علمائے امت کی اکثریت کا مختار مسلک یہی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی حیات پر نص قطعی سے ثبوت کے بعد ایک اور طریقہ سے ثبوت

اگرچہ مذکورہ بالا تصریحات میں نص قطعی سے منعم علیہم بندوں میں انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے لئے حیات ثابت ہے۔ تاہم اس لحاظ سے بھی دیکھا جائے کہ انعام یافتہ بندوں میں انبیاء کا طبقہ قرآن کریم کے نص قطعی کی بناء

پر اوّلیت کے مرتبہ پر فائز ہے اور جس کو علم، عمل، کمال فضل، قرب درجہ ہر حیثیت سے افضلیت واوّلیت کا مقام حاصل ہے تو اس کے لئے ایسی حیات جو اس سے بھی اعلیٰ ہو بدرجہ اولیٰ اور بدرجہ اتم ثابت ہوتی ہے۔

ارشاد ربانی ہے: ''من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا (النساء: ۶۹)'' جو حکم مانے اللہ کا اور رسول کا تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جن پر اللہ نے انعام کیا۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین اور ان لوگوں کی رفاقت اچھی ہے۔

اس کی تفسیر میں قاضی بیضاوی فرماتے ہیں: ''قسمھم اللہ تعالٰی اربعۃ اقسام بحسب منازلھم فی العلم والعمل وحث کافۃ الناس علی ان لا یتاخروا عنھم وھم الانبیاء الفائزون ثم الصدیقون ثم الشھداء ثم الصالحون'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تقسیم کی ہے چار قسموں پر علم وعمل میں ان کے مراتب کے لحاظ سے اور عامۃ الناس کو آمادہ کیا ہے اس پر کہ وہ ان سے پیچھے نہ رہیں اور وہ انبیاء ہیں، پھر صدیقین، پھر شہداء، پھر صالحین۔

(بیضاوی ج۱ ص ۱۹۰)

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں: ''فثبت ان افضل الخلق ھم الانبیاء وبعدھم الصدیقین وبعدھم من لیس لہ درجۃ الا محض درجۃ الشھادۃ وبعدھم من لیس لھم الا محض درجاۃ الصلاح'' تو ثابت ہوا کہ افضل خلق انبیاء ہیں اور ان کے بعد صدیقین اور ان کے بعد وہ جن کا سوائے درجہ شہادت کے کوئی درجہ نہیں ہے (یعنی شہداء) اور ان کے بعد وہ جن کا سوائے درجہ صلاح کے کوئی درجہ نہیں۔ (یعنی صالحین) (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۸۲)

کلام ربانی کے تصریح مراتب اور ائمہ مفسرین کے تقسیم مراتب وتوضیح منازل سے معلوم ہوا کہ اوّلیت وافضلیت کا مرتبہ مجموعی اور کلی حیثیت سے طبقہ انبیاء کو حاصل ہے۔ اس کے بعد صدیقین کو پھر شہداء کو اور چونکہ یہ مسلم ہے کہ ''لان منازل الانبیاء فوق منازل الشھداء'' انبیاء علیہم السلام کے درجہ شہداء کے درجہ سے بلند وبالا ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۴۳ مطبوعہ ہند)

اس لئے فرد ادنیٰ (یعنی شہداء کے لئے جس حکم کا ثبوت نص قرآنی سے ہوتا ہے، فرد اعلیٰ (یعنی انبیاء کے لئے اس کا علی وجہ الکمال ثبوت بدرجہ اتم ہوا۔ اس بارے میں مفسرین اور ائمہ متقدمین کے حوالے ملاحظہ ہوں۔

انبیاء کی حیات شہداء کی حیات سے زیادہ قوی ہوتی ہے

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں: ''والحق عدم اختصاصھا ای الحیوۃ بھم ای بالشھداء بل حیاۃ الانبیاء اقوی منھم واشد ظھوراً وآثارھا فی الخارج حتی لا یجوز النکاح بازواج النبی ﷺ بعد وفاتہ بخلاف الشھید، والصدیقون ایضاً اعلی درجۃ من الشھداء والصالحون یعنی الاولیاء ملحقون بھم کما یدل علیہ الترتیب فی قولہ تعالٰی من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین'' اور مسلک حق یہ ہے کہ حیات شہداء کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ انبیاء کی حیات ان سے زیادہ قوی ہے ہے۔ اس کا ظہور زیادہ ہے، اس کے آثار خارج میں ہیں۔ حد یہ ہے کہ نبی ﷺ کی بیویوں سے، بعد وفات کے نکاح جائز نہیں ہے۔ بخلاف شہید کے اور صدیقین بھی شہداء سے درجہ میں بلند ہیں اور صالحین یعنی اولیاء ان کے ملحق ہیں۔ جیسا کہ کلام اللہ

کی ترتیب بتاتی ہے۔من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین! (تفسیر مظہری پارہ سیقول ص۹ مطبوعہ ہند)

علامہ عبدالحق کی اکلیل شرح مدارک التنزیل میں بعینہٖ یہی فرماتے ہیں: "والحق عندی عدم اختصاص الحیاۃ بالشھداء بل حیاۃ الانبیاء اقوی منھم الی اخرھا" اور میرے نزدیک یہ ہے کہ حیات شہداء کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ انبیاء کی حیات ان سے زیادہ قوی ہے۔ (آخر تک وہی جو تفسیر مظہری میں ہے)

(اکلیل شرح مدارک التنزیل ج ۲ ص ۰۷ مطبوعہ اکلیل انطابع رسٹرا)

علامہ جلال الدین سیوطی ﷫ ارشاد فرماتے ہیں: "وقد قال اللہ تعالٰی فی الشھداء ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون والانبیاء اولی بذالک فھم اجل واعظم وقل نبی الا وقد جمع مع النبوۃ وصف الشھادۃ فیدخلون فی عموم لفظ الآیۃ" اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کے بارے میں فرمایا ہے ان کو تم مردہ گمان نہ کرو جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں تو انبیاء اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ وہ ان سے زیادہ بزرگ وبرتر ہیں اور ایسے نبی کم ہیں جن میں نبوت کے ساتھ شہادت جمع نہ ہو۔ اس لئے ویسے بھی انبیاء آیت کے عموم میں داخل ہیں۔

اس کے بعد علامہ سیوطی نے حضرت ﷺ کے وصف شہادت کے بیان میں صحیح بخاری کی یہ حدیث نقل کی ہے: "قالت کان النبی ﷺ یقول فی مرضہ الذی مات فیہ یا عائشۃ ما ازال اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر فھذا اوان وجدت انقطاع ابھری من ذالک السم" حضرت عائشہ ﷞ نے فرمایا کہ حضرت ﷺ اپنے مرض میں جس میں آپ نے وفات پائی یہ فرماتے تھے۔ اے عائشہ ﷞! میں برابر اس کھانے کی اذیت محسوس کرتا ہوں جو خیبر میں کھایا تھا تو اب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس زہر کی وجہ سے میری جان کے ختم ہونے کا وقت آ گیا۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۳۷، انباہ الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء ص ۵ مطبوعہ حیدرآبادی)

اپنی اسی تصنیف انباہ الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء میں علامہ سیوطی فرماتے ہیں: "ویدل علی ذالک ان الشھداء بعد قتلھم وموتھم احیاء عند ربھم یرزقون فرحین مستبشرین وھذا صفۃ الاحیاء فی الدنیا فاذا کان فی الشھید فالانبیاء احق بذالک واولی" اور یہ اس کی دلیل ہے کہ شہداء بعد قتل اور موت کے زندہ ہیں اپنے رب کے پاس، روزی پاتے ہیں، خوش ہیں، خوشی مناتے ہیں جو لوگ دنیاوی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ ان کے اوصاف ہیں تو جب یہ صفت شہید کے حق میں آئی تو انبیاء اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ (انباہ الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء ص ۶ مطبوعہ حیدرآباد)

علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: "پس حیات ایشاں علیہم اخص واکمل واتم از حیات شہداء باشد چنانچہ مذہب مختار ومنصور است۔" تو ان لوگوں کی (یعنی انبیاء) کی حیات، شہداء کی حیات سے اخص واکمل اور اتم ہے۔ چنانچہ مختار ومنصور مسلک یہی ہے۔ (جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۱۸۵ مطبوعہ مطبع نول کشور کانپور)

اپنی اسی تصنیف میں شیخ محدث دہلوی انبیاء کی حیات پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "محقق تر از حیات شہداء کہ در کلام مجید از وے خبر دادہ است وکیف لا وآنحضرت ﷺ سید الشہداء است واعمال شہداء در میزان اوست" از ر(انبیاء کے لئے) شہداء کی حیات سے زیادہ حقیقی حیات جس کی کلام مجید میں خبر دی گئی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ آنحضرت ﷺ تمام شہداء کے سردار ہیں اور شہداء کے جملہ اعمال آپ کے میزان عمل میں موجود ہیں۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۱۸۳ مطبوعہ مطبع نولکشور کانپور)

مفسرین کرام، ائمہ متقدمین، اکابر علماء کی ان تصریحات سے جہاں یہ واضح ہوا کہ نص قرآنی سے انبیاء علیہم السلام کی حیات کا ثبوت ملتا ہے۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ نہ صرف یہ کہ انبیاء کی حیات ثابت بالنص ہے بلکہ بلحاظ اولیت مقام وافضلیت درجہ انبیاء علیہم السلام کو شہداء سے اقویٰ اور کامل تر حیات حاصل ہے۔ اس لئے جمہور ائمہ مفسرین اور علماء متقدمین کے اقوال کی بناء پر جب شہداء کو حیات جسدی حاصل ہے تو انبیاء علیہم السلام کو اس سے اقویٰ یعنی حیات جسدی، حسی، حقیقی حاصل ہوئی اور بعض مفسرین کے اس قول کی بناء پر بھی (جو قول مرجوح ہے) کہ شہداء کو روحی حیات حاصل ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے لئے بلحاظ اولیت وافضلیت اس سے اقویٰ اور اکمل حیات تسلیم کی جائے گی۔ لیکن قول مرجوح کی بنا پر اس حیات کا جسدی اور حقیقی حسی ہونا محتاج ثبوت رہے گا۔ جس کو کتب صحاح کی مستند حدیثیں ثابت کرتی ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی حقیقی جسمانی حیات پر احادیث سے استشہاد

(۱) حضرات انبیاء کے اجساد کا کھانا زمین کے لئے حرام ہے

''عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علیّ من الصلوٰۃ فان صلوٰتکم معروضۃ علیّ قالوا یا رسول اللہ! وکیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت قال ان اللہ حرّم علی الارض اجساد الانبیاءؑ'' اوس بن اوسؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے کہ اس روز حضرت آدم پیدا کئے گئے اور اسی روز وفات پائی اور اسی روز نفخ صور ہوگا اور اسی روز لوگوں کو بیہوشی ہوگی تو اس روز تم لوگ مجھ پر درود زیادہ بھیجو۔ اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے درود آپ پر کیونکر پیش کئے جائیں گے۔ حالانکہ قد ارمت، راوی کہتے ہیں کہ منشا یہ تھا کہ آپ بوسیدہ ہو جائیں گے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے انبیاء کے اجسام کو حرام کر دیا ہے۔

ل ''قال میرک ورواہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ وزاد ابن حجر بقولہ وقال صحیح علی شرط البخاری ورواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ۔ قال النووی اسنادہ صحیح وقال المنذری لہ علۃ دقیقۃ اشار الیہا البخاری نقلہ میرک قال ابن دحیۃ انہ صحیح بنقل العدل عن العدل ومن قال انہ منکر او غریب لعلۃ خفیۃ فقد استرذح لان الدار قطنی ردھا'' میرک نے کہا کہ اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور حاکم نے روایت کیا اور اس کی صحت بیان کی اور ابن حجر نے یہ اضافہ کیا کہ یہ صحیح ہے بخاری کی شرط کے مطابق اور ابن خزیمہ نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا۔ امام نووی نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ منذری نے کہا کہ اس میں ایک خفیف علت ہے جس کی طرف بخاری نے اشارہ کیا ہے۔ میرک نے اس کو نقل کیا ہے۔ ابن دحیہ نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس میں عادل کی روایت عادل سے ہے اور جس نے کہا کہ یہ منکر ہے یا کسی پوشیدہ علت کی وجہ سے غریب ہے تو اس نے نہایت پوچ بات کہی۔ کیونکہ دار قطنی نے اس کی تردید کی ہے۔ (مرقاۃ) ''اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم صححہ وذکر البیہقی لہ شواھد۔ (خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ للعلام السمہودی ص ۸۴) ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس حدیث کی تخریج کی ہے اور حاکم نے بھی اور اس کے صحیح ہونے کی صراحت کی ہے اور بیہقی نے اس کے شواہد کا ذکر کیا ہے۔
(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۱، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، دعوات کبیر، بیہقی، مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ ص ۱۱۰)

اس حدیث کی شرح میں علامہ عبدالحق محدث دہلوی لمعات (قلمی) شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں: ''قوله ان الله حرّم على الارض اجساد الانبياء كناية عن حياتهم كما ياتى من حديث ابى الدرداء والمذهب ان الانبياء احياء حيوة حقيقة دنياوية وقد حققنا هذه المسئلة فى تاريخ المدينة'' یہ ارشاد کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے انبیاء کے اجساد حرام کردیئے ہیں۔ یہ انبیاء علیہم کی حیات سے کنایہ ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوالدرداء کی حدیث میں آئے گا اور مسلک یہی ہے کہ انبیاء زندہ ہیں ایسی زندگی جو حقیقی دنیاوی ہے اور ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق تاریخ مدینہ میں کی ہے۔ (لمعات (قلمی) شرح مشکوۃ ج ۱، مؤلفہ علامہ عبدالحق محدث دہلوی نسخہ قلمی موقوفہ کتب خانہ مجیبیہ پھلواری شریف)

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں: ''قال اى رسول الله ﷺ ان الله حرّم على الارض اى منعها وفيه مبالغة لطيفة اجساد الانبياء اى ان تاكلها فان الانبياء فى قبورهم احياء قال السيد جمال الدين لا حاجة فى وجه مطابقة الجواب الى هذا التطويل فان الله حرم الخ مقابل قوله فقد ارمت، فمحصل الجواب ان الانبياء احياء فى قبورهم فيمكن لهم سماع صلوٰة من صلى عليهم تامل تم كلامه فتامل فى كلامه فان الذى ذكره الطيبى من السوال والجواب غايته انه على وجه التوضيح والاطناب واما قوله فان قوله ان الله حرّم مقابل قوله وقد ارمت كلام حسن لا يحتاج الى بيان وهو ان الصحابة سألوا بيان كيفية العرض بعد اعتقاد جواز ان العرض كائن لا محالة القول الصادق فان صلوٰتكم معروضة علىّ لكن حصل لهم الاشتباه ان العرض هل هو على الروح المجرد او على المتصل بالجسد وحسبوا ان جسد النبى كجسد احد فكفى فى الجواب ما قاله على وجه الصواب واما على ما قدمه الطيبى فانما يفيد حصر العرض والسماع بعد الموت بالانبياء وليس الامر كذالك فان سائر الاموات ايضاً يسمعون السلام والكلام وتعرض عليهم اعمال اقاربهم فى بعض الايام نعم ان الانبياء تكون حياتهم على الوجه الاكمل ويحصل لبعض وراثهم من الشهداء والاولياء والعلماء الخط الاوفى بحفظ ابدانهم الظاهرة بل بالتلذذ بالصلوٰة والقراة ونحوهما فى قبورهم الطاهرة الى قيام الساعة الاخرة وهذه المسائل كلها ذكره السيوطى فى كتاب شرح الصدور فى احوال القبور بالاخبار الصحيحة والآثار الصريحة قال ابن حجر واما افاده من ثبوت حياة الانبياء حياة بها يتعبدون ويصلون فى قبورهم مع استغنائهم عن الطعام والشراب كالملائكة امر لا مرية فيه وقد صنف البيهقى جزء فى ذالك'' (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۲ کتاب الصلوٰۃ ص ۲۰۹......۲۶۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے حرام کردیا ہے یعنی زمین کو روک دیا ہے (اور اس میں لطیف مبالغہ ہے) کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ سید جمال الدین نے کہا کہ مطابقت جواب کی وجہ بیان کرنے میں اس طویل عبارت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا ہے آخر تک۔ قول فقد ارمت کے مقابل ہے۔ حاصل جواب یہ ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ ہر اس شخص کا درود و سلام سن سکتے ہیں جو ان پر درود و سلام بھیجے۔ غور کرو، کلام تمام ہوا۔ اب غور کرو ان کے کلام میں اس لئے کہ جس کو حاصل جواب بتایا ہے وہ اس سوال و جواب کا خلاصہ ہے جس کو علامہ طیبی نے بیان کیا ہے۔ انتہا اس کی، وضاحت و طوالت پر مبنی ہے۔ بہر حال یہ کہ آپ کا ارشاد ان اللہ حرّم قول قد ارمت کے مقابل ہے تو یہ کلام حسن ہے جو کسی بیان کا محتاج نہیں ہے۔ وہ یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے درود و سلام پیش کئے جانے کی کیفیت

پوچھی، اس اعتقاد کے بعد کہ لامحالہ پیش ہوگا۔ کیونکہ صادق کا ارشاد ہے کہ تمہارے درود مجھ پر پیش کئے جائیں گے لیکن ان کو شبہ اس میں ہوا کہ صرف روح کے سامنے پیش کیا جائے گا یا روح مع الجسد کے سامنے اور یہ گمان ہوا کہ نبی کا جسم بھی ہر ایک کے جسم کی طرح ہے تو جو صحیح و درست بات کہی گئی ہے وہ جواب کے لئے کافی ہے اور علامہ طیبی کی گزری ہوئی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے بعد پیش کیا جانا اور سننا انبیاء کے لئے مخصوص ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ جملہ اموات (تمام مردے) سلام اور کلام کو سنتے ہیں اور ان کے اقارب کے اعمال بعض دن ان کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ ہاں! بے شک انبیاء کی حیات اکمل حیثیت رکھتی ہے اور ان کے بعض وارثوں شہداء، اولیاء علماء کو بھی ان کے اجسام ظاہری کے محفوظ ہونے کا بڑا حصہ ملتا ہے۔ بلکہ نماز و تلاوت اور بعض چیزوں کی قبروں میں اجازت دے کر ان کو حصول لذت کا موقع دیا جاتا ہے اور ان تمام مسائل کو علامہ سیوطی نے شرح الصدور فی احوال القبور میں ذکر کیا ہے۔ صحیح احادیث اور واضح آثار کے ساتھ۔ فرمایا ہے علامہ ابن حجر نے کہ: ''حدیث سے انبیاء کی حیات کا جو ثبوت ملتا ہے وہ ایسی حیات ہے جس کی بناء پر وہ عبادت کرتے ہیں اور اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ کھانے پینے سے بے نیاز ہیں جیسے ملائکہ اور یہ وہ مسئلہ ہے جس میں کوئی اختلاف و نزاع نہیں ہے اور امام بیہقی نے اس کے متعلق ایک کتاب بھی لکھی ہے۔''

علامہ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: ''قال ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء'' گفت بدرستے کہ خدا حرام گردانیدہ است بر زمین تنہائے پیغمبراں را، کنایت است از حیات۔ چنانکہ صریح در فصل ثالث از حدیث ابی الدرداء بیاید و حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلافے نیست، حیات جسمانی، دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی، چنانکہ شہداء راست و دریں حدیث کہ فرمود ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء اشارت است بداں اگرچہ دریں باب کہ عرض صلوٰۃ و سلام و حصول علم و ادراک است، حیات روحانی نیز کافی است ولیکن مذہب ہماں ست کہ گفتہ شد و تحقیق ایں مسئلہ در تاریخ مدینہ کہ مسمی است بہ جذب القلوب الی دیار المحبوب ذکر کردہ شدہ است از آنجا باید جست۔'' فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے انبیاء کے اجسام کو حرام کر دیا ہے۔ فرمایا حقیقۃً خدا تعالیٰ نے زمین کے لئے پیغمبروں کے اجسام حرام کر دیئے ہیں۔ یہ کنایہ ہے حیات سے۔ جیسا کہ تیسری فصل میں حضرت ابوالدرداء کی حدیث میں صراحت کے ساتھ آئے گا اور انبیاء کی حیات، متفق علیہ مسئلہ ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔ وہ حیات بھی جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی جو شہداء کو حاصل ہے۔ اور اس حدیث میں جو فرمایا ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء وہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اگرچہ درود و سلام کے پیش ہونے اور اس کے علم و ادراک کے لئے حیات روحانی بھی کافی ہے۔ مگر صحیح مذہب وہی ہے جو کہا گیا۔ (یعنی حیات حقیقی جسمانی) اور اس مسئلہ کی تحقیق تاریخ مدینہ میں جس کا نام جذب القلوب الی دیار المحبوب ہے، ذکر کی گئی ہے، وہاں دیکھنا چاہئے۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ ص ۶۱۳ مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنو)

(۲) حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی وہ زندہ رہتے ہیں روزی پاتے ہیں

''عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوٰۃ علیّ یوم الجمعۃ فانہ مشہود یشہدہ الملائکۃ وان احدا لم یصل علیّ الا عرضت علیّ صلاتہ حتی یفرغ منہا قال قلت وبعد الموت قال ان اللہ

حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیّ یرزق[1]" حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود بھیجو کیونکہ وہ یوم مشہود ہے ملائکہ اس دن حاضر ہوتے ہیں اور جب بھی کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے جب تک درود بھیجنے والا فارغ نہ ہوجائے۔ راوی نے کہا میں نے عرض کیا کہ اور بعد موت کے؟ فرمایا حضرت ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، مشکوۃ المصابیح کتاب الصلوۃ باب الجمعۃ ص ۱۱۱)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: "وان احدا لم یصل علیَّ الا عرضت علیَّ اما بالمکاشفۃ او بواسطۃ الملائکۃ صلاتہ ای ان طالت المدۃ من ابتداء شروعہ حتی یفرغ منھا ای من الصلوۃ یعنی الصلوات کلھا معروضۃ علی قال ابو الدرداء ظنا ان ھذا مختص مجال الحیاۃ الظاھرۃ۔ قلت وبعد الموت ای ایضاً والاستفھام مقر ویبعد الحمل علی الاستبعاد لمخالفتہ حسن الاعتقاد او وبعد الموت ما الحکم فیہ قال ان اللہ حرم علی الارض ای منعھا منعا کلیاً ان تکل اجساد الانبیاء ای جمیع اجزائھم فلا فرق لھم فی الحالین ولذا قیل اولیاء اللہ یا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار وفیہ اشارۃ الی ان العرض علی مجموع الروح والجسد منھم بخلاف غیرھم ومن فی معناھم من الشھداء والاولیاء فان عرض الامور ومعرفۃ الاشیاء انما ھو بارواحھم مع اجسادھم فنبی اللہ یحتمل الجنس والاختصاص بالفرد الکامل والظاھر ھو الاول لانہ رأی موسیٰ قائما یصلی فی القبر وکذالک رائ ابراھیم کما فی حدیث مسلم وصح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم حی ای دائماً یرزق ای رزقا معنویاً فان اللہ تعالیٰ قال فی حق الشھداء من امتہ بل احیاء عند ربھم یرزقون، فکیف سیدھم ورئیسھم"

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۲ کتاب الصلوۃ باب الجمعۃ ص ۲۱۲ مطبوعہ مصر)

اور جب بھی کوئی مجھ پر درود بھیجے تو وہ مجھ پر پیش کیا جائے گا مکاشفہ سے یا فرشتوں کے واسطہ سے اگرچہ شروع کرنے کے وقت سے اس کی مدت طویل ہوجائے جب تک کہ درود بھیجنے والا اس سے فارغ نہ ہوجائے۔ یعنی اس کا کل درود مجھ پر پیش ہوگا۔ یہ گمان کرتے ہوئے کہ ظاہری حیات کے زمانے کے لئے یہ حکم مخصوص ہے۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اور بعد موت ؟ یعنی کیا بعد موت بھی ایسا ہی ہوگا؟ استفہام مقدر ہے۔ اس کو راوی کی طرف سے تعجب خیز سمجھنے پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے حسن اعتقاد کی مخالفت ہوتی ہے یا یہ مطلب ہو کہ بعد موت اس کا کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ اللہ نے حرام کر دیا ہے زمین کے لئے یعنی اس کو پوری طرح روک دیا ہے اس سے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ یعنی ان کے تمام اجزائے جسم میں سے کسی کو تو ان (انبیاء) کی دونوں حالتوں (یعنی حیات وممات) میں کوئی فرق نہیں ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ اولیاء اللہ نہیں مرتے ہیں وہ ایک جگہ سے

---

[1] "رواہ ابن ماجہ باسناد جید نقلہ میرک عن المنذری ولہ طرق کثیرۃ بالفاظ مختلفۃ" (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۲ ص ۱۱۲) "رواہ ابن ماجہ باسناد جید" (خلاصۃ الوفا باخبار دیار المصطفیٰ ص ۴۸) ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا ہے بہترین سند کے ساتھ اور میرک نے اس کو منذری سے نقل کیا ہے اور اس کے بہت سے طرق ہیں۔ جن کے الفاظ آپس میں مختلف ہیں۔ (مرقاۃ) ابن ماجہ نے اس کو بہتر سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (خلاصۃ الوفا)

دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ درود انبیاء کے مجموعہ روح وجسم پر پیش کیا جاتا ہے۔ بخلاف ان کے غیر کے اور جو انبیاء کے حکم میں ہیں یعنی شہداء واولیاء۔ کیونکہ امور کا پیش ہونا اور چیزوں کا پہنچانا یہ ان کے ارواح مع الاجساد کے لئے ہے تو اللہ کے نبی، اس میں یہ احتمال ہے کہ جنس نبی مراد ہو یا فرد اکمل کے لئے مخصوص ہو اور ظاہر پہلا مسلک ہے۔ یعنی جنس نبی، کیونکہ حضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھتے دیکھا اور ایسا ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے اور یہ حدیث کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں صحیح ہے۔ اللہ کے نبی زندہ ہیں ہمیشہ ان کو روزی دی جاتی ہے معنوی روزی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی امت کے شہداء کے حق میں فرمایا ہے۔ بل احیاء عندربھم یرزقون! تو جو ان کے سب کے سردار اور رئیس ہیں ان کی حیات کا کیا پوچھنا ہے۔"

علامہ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: "ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" بدرستے کہ خدائے تعالیٰ حرام گردانیدہ است برزمین خوردن و ے تنہائے پیغمبراں را۔ فنبی اللہ حی یرزق۔ پس پیغمبر زندہ است بحقیقت حیات دنیوی تا آنکہ روزی دادہ می شود روزی حق۔" اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کردیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے حرام کردیا ہے کہ پیغمبروں کے اجساد کو کھائے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں، روزی دیئے جاتے ہیں تو حقیقت میں پیغمبر زندہ ہیں دنیاوی زندگی۔ حد یہ کہ ان کو زندوں جیسی روزی دی جاتی ہے۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ ص ۶۱۵ مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنو)

کتب صحاح کی روایت کردہ دو حدیثیں پیش کی گئیں۔ پہلی حدیث کی تخریج ان کتب صحاح ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی (جو صحاح ستہ میں سے ہیں۔ کے علاوہ دارمی اور بیہقی نے بھی کی ہے اور دوسری حدیث کی تخریج ابن ماجہ نے کی ہے۔ معتبر حوالوں سے حدیثوں کے اسناد کی تصحیح اور صحت حدیث کی تصریح کے ساتھ شروط بخاری کے مطابق اس کی صحت اور منقول عن العدول ہونے کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔

دونوں احادیث کا واضح مفہوم ہے کہ انبیاء کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی ہے۔ ان کو حیات جسدی حقیقی حاصل ہوتی ہے، وہ زندہ رہتے ہیں اور روزی پاتے ہیں۔

ان احادیث کی شرح میں ائمہ محدثین، شارحین حدیث، علامہ طیبی، علامہ ابن حجر، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ عبدالحق محدث دہلوی، ملا علی قاریؒ کے اقوال اور ان کی تصریحات سے مجموعی طور پر معلوم ہوا کہ صلوٰۃ وسلام کے پیش کئے جانے کا معاملہ نبی ﷺ کی روح مع الجسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کو حیات حقیقی جسمانی حاصل ہے اور یہ طبقہ انبیاء کے فرد اکمل یعنی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ جملہ انبیاء علیہم السلام کی حیات حقیقی جسمانی ہے۔ چنانچہ حضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھتے دیکھا اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کھڑے ہوکر نماز پڑھتے دیکھا۔ انبیاء کی حیات اتنی اکمل حیثیت رکھتی ہے کہ وہ اپنی قبروں میں اللہ کی عبادت، ادائے نماز اور تلاوت کلام اللہ کے مجاز بنائے جاتے ہیں اور اس سے لذت اندوز ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے اپنی قبروں میں زندہ ہونے کی حدیث صحیح ہے اور جب شہدائے امت کے حق میں قرآنی نص ہے کہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں تو انبیاء بہرحال ان سے افضل واولیٰ اور ان کے مقتداء ہیں اور

انبیاء علیہم السلام کے لئے وفات وحیات کی دو حالتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

علاوہ اس کے ان ائمہ محدثین کے کسی قول یا تصریح سے یہ ثبوت نہیں ملتا کہ اس مسئلہ میں کسی طرح کا کوئی اختلاف بھی ہے بلکہ ہر ایک نے اس کو بلا اختلاف اور بطور مسئلہ اتفاقی کے ذکر کیا ہے اور علامہ ابن حجرؒ اور شیخ عبدالحق محدث کی مزید صراحت موجود ہے کہ انبیاء کی حقیقی جسمانی حیات میں کوئی اختلاف ونزاع نہیں ہے اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے اور امام محدث علامہ بیہقی نے اس بارے میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جو حیات انبیاء علیہم السلام سے متعلق احادیث سے مملو ہے۔

حضور ﷺ کا حضرات انبیاء علیہم السلام کو بعض مخصوص حال میں دیکھنا

حضرت رسول اللہ ﷺ نے ماسبق انبیاء علیہم السلام کو بعض خاص وقت میں مخصوص حال میں دیکھا ہے جس کو یا تو اسی وقت یا بعد میں بیان فرمایا۔ اس مضمون کی روایتیں جملہ کتب صحاح کے ماسوا خود صحیحین صحیح بخاری وصحیح مسلم میں بکثرت موجود ہیں۔ چنانچہ تین قسموں میں اس مضمون کی احادیث جمع ہو سکتی ہیں۔

۱...... حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ اس مضمون کی احادیث میں بعض کی ابتداء اس سے ہوئی ہے۔

"قال ارانی لیلۃ عند الکعبۃ فرأیت رجلا" فرمایا کہ دیکھتا ہوں اپنے کو ایک رات کعبہ کے پاس تو دیکھا ایک شخص کو۔ بعض کی ابتداء یوں ہے: "بینما انا نائم رأیتنی بالکعبۃ فاذا رجل" اس درمیان کہ میں سویا ہوا تھا اپنے کو کعبہ کے پاس دیکھا تو ایک مرد۔

اور بعض میں ہے: "وارانی عند الکعبۃ فی المنام" اور اپنے کو کعبہ کے پاس نیند میں دیکھتا ہوں اور بعض میں "بینھما انا نائم اطوف بالکعبۃ" اس درمیان میں کہ میں سویا ہوا ہوں طواف کر رہا ہوں کعبہ کا۔

(صحیح مسلم ج ۱ باب فی ذکر المسیح بن مریم والمسیح الدجال ص ۸۲ مطبوعہ مصر صحیح بخاری ج ۱ کتاب الانبیاء باب قولہ تعالیٰ واذکر فی الکتاب مریم ص ۴۸۹ مطبوعہ ہند)

جس سے یہ مفہوم واضح ہوا کہ اس میں منام (خواب) کی خبر دی جارہی ہے۔

۲...... رسول اللہ ﷺ نے حضرت موسیٰ وحضرت یونس علیہما السلام کو وادی ازرق وثنیہ ہرشا یا مطلقاً کسی وادی میں لبیک پڑھتے ہوئے مخصوص ہیئت ولباس میں دیکھا۔ جس میں ایک حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: "سرنا مع رسول اللہ بین مکۃ والمدینۃ فمررنا بواد فقال کانی انظر الی موسیٰ" رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میں نے مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر کیا تو ہم لوگ ایک وادی سے گزرے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ (صحیح مسلم ج ۱ باب الاسراء رسول اللہ ﷺ الی السموات ص ۸۰ و ۸۱، صحیح بخاری ج ۱ کتاب المناسک باب التلبیۃ اذا انحدر فی الوادی ص ۲۱۰ مطبوعہ ہند)

۳...... لیلۃ اسراء میں حضرت ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کی جماعت کو دیکھا تمام انبیاء نے حضرت کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ تسلیم وتحیت اور کلمۂ تہنیت کے ساتھ بعض انبیاء سے اور باتیں بھی ہوئیں۔ حضرت نے ہر نبی کی بعض صفت اور کسی مخصوص چیز کو صحابہ سے بعد میں بیان فرمایا۔ ان احادیث کی ابتداء عموماً اس لفظ سے ہوئی ہے۔ "لیلۃ اسری

بی' وہ رات جب کہ مجھے لے جایا گیا۔ جس سے ان احادیث کا واقعہ اسراء سے متعلق ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ا باب الاسراء برسول اللہ ﷺ الی السموات ص ۶۷ تا ۸۱ مطبوعہ مصر، صحیح بخاری ج ا کتاب باب المعراج ص ۵۴۸ تا ۵۵۰ مطبوعہ ہند)

پہلی قسم کی احادیث میں عالم خواب کی رویت کا بیان ہے۔ اس لئے اس کو علیحدہ کرنے کے بعد باقی دو قسموں کی حدیثوں کے مجموعی مضامین واضح کرتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے ماسبق انبیاء علیہم السلام کو اس حال میں دیکھا کہ زندوں جیسے کاموں میں وہ مشغول تھے۔ مثلاً وادی میں گزرتے ہوئے یا گھاٹی سے اترتے ہوئے۔ لبیک پڑھنا، قبروں میں نماز پڑھنی صعود فلک کے وقت حضرت کے ساتھ تحیہ وسلام سے پیش آنا اور ترحیب ومبارک باد دینی اور بعض اہم معاملہ میں حضرت سے گفتگو کرنی، یعنی عالم ظاہر سے عالم برزخ میں جانے کے بعد بھی ان کی حیات اتنی کامل ہے کہ وہ زندوں جیسا عمل کرتے ہوئے دیکھے گئے۔ اس لئے اگر چہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کی مستند احادیث کے یہ مضامین فی الجملہ انبیاء کی حیات کو ثابت کرتے ہیں۔ لیکن قسم (۲) میں اس تاویل کا امکان ہے کہ ہر ایک میں کانی انظر (گویا میں دیکھ رہا ہوں) فرمایا گیا ہے جو حقیقۃً نہیں، بلکہ تمثیلاً دیکھنے کی طرف اشارہ کرتا ہے اور قسم نمبر (۳) میں یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ یہ معراج کا معاملہ ہے جو بطور معجزہ کے ظہور میں آیا تھا۔[1] تاہم بعض ایسی حدیثیں بھی پیش نظر ہیں جن میں یہ تاویلیں بروئے کار نہیں آتیں۔ ملاحظہ ہو:

(۳) عالم برزخ کی مخفی حالت کا انکشاف، قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کھڑے ہوکر نماز پڑھنا

''عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ قال اتیت وفی روایۃ ھداب مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہٖ[2]'' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس رات مجھے لے جایا گیا (یعنی معراج میں) میں حضرت موسیٰ کے مزار کے قریب سرخ ٹیلہ کے پاس آیا اور ہداب کی روایت کے مطابق اس جگہ سے گزرا تو دیکھا کہ موسیٰ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ (صحیح مسلم ج ا کتاب الفضائل باب فضائل موسیٰ ص ۳۱۰ مطبوعہ مصر)

عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیان عالم برزخ ہے۔ اس کے احوال سے اللہ تعالیٰ نے کسی کو مطلع نہیں کیا۔ اس لئے عالم برزخ کی حقیقتیں ہر ایک سے مخفی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جس کے متعلق چاہتا ہے برزخ کے احوال دیکھنے کی، پہلے اس میں صلاحیت عطاء فرماتا ہے۔ اس کے بعد اس عالم کی مخفی حقیقتیں اس پر منکشف کر دیتا ہے کہ کس کی صرف روح زندہ ہے کس کی روح وجسم دونوں زندہ ہیں اور کون کیا عمل کر رہا ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب رسول اللہ ﷺ کو شرف معراج سے نوازا تو اس سے پہلے ہی جیسا کہ حدیث معراج کی ابتداء میں آتا ہے۔

---

[1] حالانکہ اگر یہ کہا جاتا ہے کہ معراج کا معاملہ ایک مخصوص ترین معجزہ ہے اور قدرت خداوندی کا خاص مظاہرہ تو جب بعد وفات حقیقی جسمانی حیات کا حصول انبیاء علیہم السلام کے لئے مختص ہے تو اس کو بھی ایک معجزہ اور قدرت خداوندی کا خاص مظاہرہ کیوں نہ سمجھا جائے۔ چنانچہ اسی لئے حیات حقیقی جسمانی انبیاء کے لئے (کتاب وسنت کے شواہد کی بناء پر) مخصوص ہے۔ اس سے دنیا کے عام حالات اور مادی واقعات واحوال میں استدلال نہیں کیا گیا۔ اس کے علاوہ آخر کیا وجہ ہے کہ شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کے ماسوا انسانوں کے کسی طبقہ کے موتیٰ اپنی حیات والی شکل میں حضرت ﷺ کے سامنے نہیں لائے گئے؟ مخصوص طور پر انبیاء کے اپنی دنیاوی زندگی کی طرح حضرت سے ملنے، تحیہ وسلام اور ترحیب ومبارک باد دینے کی وجہ یہی ہے کہ ان کو حیات حقیقی جسمانی حاصل ہے۔

[2] یہ کسی طویل حدیث کا مختصر حصہ نہیں بلکہ حضرت انس کی روایت کردہ پوری حدیث اسی قدر ہے جو لکھی گئی۔

"عن مالک بن صعصعة ان النبی ﷺ حدثهم عن لیلة اسری به اذ اتانی آت و سمعته یقول فشق ما بین هذه الی هذه قال من ثغرة نحره الی شعرته۔ فاستخرج قلبی ثم اتیت بطست من ذهب مملؤة ایمانا فغسل قلبی ثم حشی ثم اعید" مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان لوگوں سے اس رات کے متعلق جس میں آپ کو سیر کرائی گئی (یعنی معراج کی رات) یہ بھی بیان فرمایا کہ آنے والا آیا (راوی کا بیان ہے) کہ رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ یہاں سے یہاں تک فرشتہ نے چاک کر دیا یعنی گلے کے پاس سے اس مقام تک جہاں بال تھے (چاک کر دیا) پھر میرے دل کو نکالا پھر سونے کا ایک طشت میرے پاس لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا اس سے میرے دل کو دھویا۔ پھر جس مقام سے دل نکالا گیا تھا اس مقام کو دل سے بھر دیا گیا اور جوں کا توں کر دیا۔ (صحیح بخاری ج ا باب المعراج ص ۵۴۸ مطبوعہ ہند)

حضرت ﷺ کا شق صدر کیا گیا اور ایمان و معرفت سے قلب کو پر کر کے عوامل باطنیہ کے احوال و کیفیات کے مشاہدہ کی صلاحیت بخشی گئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر مخفی حقیقت منکشف کر دی گئی۔ چنانچہ شق صدر کے واقعہ کے بعد حضرت تشریف لے چلے تو صعود فلک کے مخصوص معجزہ کے ظہور سے پہلے بیت المقدس جانے ہی میں کثیب احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرے تو چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجاب اٹھا دیا گیا تھا۔ اس لئے حضرت کو جملہ حقیقتوں کے انکشاف کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عالم برزخ کی حیات حقیقی جسمانی کا بھی انکشاف ہوا اور حضرت نے دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں[1]۔

عالم برزخ کا انکشاف حضرت کو معراج کے علاوہ بھی ہوا

حضرت ﷺ کے لئے یہ صورت کچھ اسی وقت (معراج) کے لئے مخصوص نہ تھی بلکہ جب بھی حجاب اٹھایا گیا تو تمام چیزوں کی اصل اور حقیقت خواہ وہ عالم برزخ یا کسی عالم کی ہو آپ کی نگاہ کے سامنے ہو جاتی تھی۔ چنانچہ واقعہ معراج کے بعد جب قریش کو اس کی خبر ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت المقدس سے ہو کر سیر سمائی کی اور آپ کو معراج ہوئی تو انہوں نے تکذیب کی اور امتحاناً حضرت سے بیت المقدس کے حالات اور وہاں کی بعض خاص چیزوں کے جائے وقوع پوچھنے لگے۔ حضرت ﷺ حرم کعبہ کے اندر حطیم میں تھے۔ آپ کو بیت المقدس کی تمام چیزیں یاد نہیں تھیں۔ اس لئے آپ فرماتے ہیں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ "فکربت کربة ما کربت مثله قط قال فرفعه الله الی انظر الیه" تو (اس وقت) مجھے ایسی شدید تکلیف ہوئی جیسی کبھی نہیں ہوئی تھی پھر فرمایا پس اللہ تعالیٰ نے میرے لئے حجاب اٹھا دیا اور میں یہیں سے (بیت المقدس) دیکھنے لگا۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۹۹)

اور اس کے بارے میں جو کچھ قریش نے دریافت کیا، حضرت فرماتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا اور سب ان کو بتا رہا تھا۔ چونکہ اس وقت بھی حجاب مرتفع ہو گیا تھا اس لئے حرم کعبہ سے بیت المقدس تک کی چیزیں اپنی اصل وحقیقت کے ساتھ آپ کی نگاہوں کے سامنے عیاں و منکشف تھیں اور عالم برزخ کے احوال بھی منکشف ہو گئے تھے۔ اس لئے جو عالم برزخ میں جس حال میں تھا وہ حضرت کو نظر آنے لگا۔ چنانچہ اسی وقت آپ نے فرمایا۔

---

[1] ملاحظہ ہو نودی شرح مسلم کا وہ حصہ جہاں امام نووی نے اپنی کتاب شرح مسلم میں قاضی عیاض کے حوالہ سے ایک شبہ کے جواب میں تصریح فرمائی ہے۔ (نووی شرح مسلم ج ا ص ۹۹)

(۴) حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت ابراہیم علیہم السلام کا عالم برزخ میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنا

''فاذا موسیٰ قائم یصلی، واذا عیسیٰ قائم یصلی، واذا ابراھیم قائم یصلی۔'' (تو دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ (صحیح مسلم عن ابی ہریرہ ج ۱ ص ۸۳ مطبوعہ مصر)

صحیح مسلم کی ان دو حدیثوں سے اگر یہ واضح ہوا کہ عالم برزخ کے بعض احوال کا انکشاف حضرت ﷺ کے لئے شب معراج کے علاوہ دوسرے موقع پر بھی ہوا تو یہ بھی ثابت ہوا کہ حجاب مرتفع ہوجانے سے جب مخفی حقیقتیں منکشف ہوئیں تو حضرت ﷺ نے بعض انبیاء علیہم السلام کو عالم برزخ میں کھڑے ہوکر نماز پڑھتے دیکھا۔ جس سے انبیاء علیہم السلام کی حیات جسدی کی صراحت ہوتی ہے۔

بیہقی کی احادیث صحیحہ سے استشہاد

صحاح ستہ خصوصاً صحیحین کی ان متعدد روایتوں کے علاوہ ان کتب حدیث کی بعض روایتیں بھی قابل استناد ہیں جو اگرچہ صحاح ستہ میں نہیں۔ تاہم محدثین کے طبقہ میں وہ مجموعہ احادیث صحت کے مرتبہ پر پہنچ کر قبول تام حاصل کرچکے ہیں اور صحاح ستہ کے بعد ہی ان کا درجہ ہے، ان میں ایک امام محدث، علامہ بیہقی کے مجموعہ احادیث ہیں۔ چنانچہ جامع مشکوٰۃ المصابیح نے صحاح ستہ کے بعد سب سے زیادہ امام بیہقی کی روایتیں جمع کی ہیں اور ان کی صحت پر اعتماد کیا۔

(۵) انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں، اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں

''عن انس ان النبی ﷺ قال الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء پر اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔

(بیہقی، مسند ابی یعلی، انباہ الاذکیاء فی حیوۃ الانبیاء للعلامہ جلال الدین سیوطی ص ۳ مطبوعہ حیدرآباد)

ملا علی قاری نے اس حدیث کی صحت کی صراحت کی ہے: ''وصح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم'' یہ حدیث صحیح ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۱۲)

صحیح مسلم کی حدیث میں اگر رویت کی بناء پر یہ ارشاد ہوا کہ بعض انبیاء قبروں میں نماز پڑھ رہے ہیں تو اس حدیث میں بالتصریح جملہ انبیاء کے متعلق مطلقاً یہ خبر دی گئی کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو ایسی حیات حاصل ہے کہ قبروں میں نماز پڑھنے پر قادر ہیں اور یہ کسی خاص وقت یا مخصوص حالت کی حدیث نہیں ہے بلکہ اس میں علی الاطلاق جملہ انبیاء علیہم السلام کی کامل حیات اور عالم برزخ میں بعض عمل کرنے کی عام خبر دی گئی ہے۔

(۶) بعد وفات قبر نبوی ﷺ کی زیارت کرنے والا اسی طرح ہے جس نے زندگی میں آپ ﷺ کی زیارت کی

''عن ابن عمر مرفوعاً من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی'' حضرت عبداللہ

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے (یعنی حضرت ﷺ نے فرمایا) کہ جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت میرے مرنے پر کی تو وہ اس کی طرح ہے جس نے میری زیارت میری زندگی میں کی۔

(شعب الایمان بیہقی، مشکوٰۃ المصابیح کتاب المناسک باب حرم المدینۃ ص ۲۱۷)

علامہ محدث شیخ عبدالحق دہلوی لمعات (قلمی) شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: ''وقوله كان كمن زارنی فی حیاتی مبناه علی ثبوت الحیوة له ﷺ حقیقة فلا خلاف فیه لاحد وقد فصلت القول فی هذا المطلب فی جذب القلوب فلینظر ثمه'' قولہ کان کمن زارنی فی حیاتی۔ اس کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کے لئے حقیقی حیات کے ثبوت پر ہے تو اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ میں نے اس بحث وگفتگو کو جذب القلوب میں پوری تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس جگہ دیکھو (لمعات (قلمی) شرح مشکوٰۃ کتاب المناسک باب حرم المدینہ نسخہ قلمی موقوفہ کتب خانہ مجیبیہ)

ملا علی قاریؒ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۲۸۴) میں فرماتے ہیں: ''لانه ﷺ حی یرزق ویستمد منه المدد المطلق'' اس لئے کہ حضرت ﷺ زندہ ہیں، روزی دیئے جاتے ہیں اور آپ سے مدد لی جاتی ہے، مطلق مدد۔

علامہ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ (ج ۲ ص ۴۲۳ کتاب المناسک باب حرم المدینۃ) میں فرماتے ہیں: ''وایں معنی بر ثبوت بر حیات است بر آں حضرت ﷺ حیات حقیقی دنیاوی، بخلاف شہداء کہ بحیات معنوی مشرف اند وایں مسئلہ را بہ تفصیل ہر چہ تمام تر در جذب القلوب بیان کردہ ایم وباللہ التوفیق۔'' اور یہ خاص رسول اللہ ﷺ کے لئے حیات کے ثبوت پر مبنی ہے حیات حقیقی دنیاوی بخلاف شہداء کے کہ وہ حیات معنوی سے مشرف ہیں اور اس مسئلہ کو پوری تفصیل کے ساتھ جذب القلوب میں میں نے بیان کیا ہے اور اللہ ہی سے توفیق ملتی ہے۔

مضمون حدیث، بعد وفات زیارت قبر، حضرت کی حالت حیات کی زیارت کے ہم مثل ہے۔ اس کی شرح میں محدثین نے تصریح کی کہ اس کا مبنیٰ حضرت ﷺ کی حیات حقیقی ہے۔ یعنی وفات اور حالت حیات کے ہم مثل ہونے کے یہی معنی ہیں کہ حضرت حقیقی معنی میں زندہ ہیں اور آپ کی وفات اور حیات میں اس لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے کہ اب بھی آپ کو زائرین کی آمد کی خبر ہوتی ہے اور صلوٰۃ وسلام پیش کرنے والوں کا سلام و پیام سنتے ہیں اور علامہ محدث عبدالحق دہلوی نے یہ تصریح اس جگہ بھی کی کہ حیات حقیقی میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(۷) قبر مبارک کے پاس کا درود وسلام حضرت خود سنتے ہیں اور دور کا آپ تک پہنچایا جاتا ہے

''عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من صلی علیّ عند قبری سمعته ومن صلی علیّ نائیاً ابلغته[۱]'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ پر درود بھیجے گا میری قبر کے پاس تو میں اس کو سنوں گا اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجے گا وہ مجھ تک پہنچایا جائے گا۔

(شعب الایمان، بیہقی، مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب فصل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ ص ۸۷)

---

[۱] ''قال میرک نقلاً عن الشیخ ورواه ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب الاعمال بسند جید'' میرک نے کہا شیخ سے نقل کرتے ہوئے اور اس کو روایت کیا ابو الشیخ نے اور ابن حبان نے ثواب الاعمال کی کتاب میں بہتر سند کے ساتھ۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۱۰)

ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (ج ۲ ص ۱۰) میں اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ''من صلی علیَ عند قبری سمعته ای سمعاً حقیقیا بلا واسطة'' جو درود بھیجے گا مجھ پر میری قبر کے پاس تو میں اس کو سنوں گا، یعنی حقیقی معنی میں سنوں گا، بغیر کسی واسطہ کے۔

علامہ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ (ج ا کتاب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ ص ۴۴۱) میں فرماتے ہیں: ''من صلی علیَ عند قبری سمعته'' کسے کہ درود بفرستد بر من نزد قبر من می شنوم من صلوٰۃ اورا'' ومن صلی علیَ نائیا ابلغته'' وکسے کہ درود بفرستد بر من از دور نہ در حضور قبر رسانیدہ شود صلوٰۃ اورا کہ ملائکہ سیاحین می رسانند و بر ہر تقدیر رد سلام می کنم وجواب سلام وے می گویم۔'' جو شخص کہ مجھ پر درود بھیجے گا میری قبر کے پاس تو میں اس کے درود کو سنوں گا اور جو شخص کہ دور سے مجھ پر درود بھیجے قبر کے سامنے سے نہیں تو اس کا درود مجھ تک پہنچایا جائے گا۔ جس کو ملائکہ سیاحین پہنچائیں گے اور ہر حال میں میں رد سلام کرتا ہوں اور ان کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

علامہ ابن حجر نے جوہر منظم میں لکھا ہے: ''ان زائرہ ﷺ اذا صلی وسلم علیه عند قبرہ سمعه سماعا حقیقیا و رد علیه من غیر واسطة والدلیل علی ذالک احادیث کثیرة۔'' رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرنے والا جب مزار مبارک کے پاس آکر صلوٰۃ وسلام عرض کرتا ہے تو حضرت حقیقی طور پر اس کو سنتے ہیں اور بغیر کسی واسطہ کے جواب دیتے ہیں۔ بہت سی حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔ (السعی المشکور لمولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی ص ۴۵۵)

ملا علی قاری ﷫ ''الدرة المضنیه فی الزیارة المصطفویه'' میں فرماتے ہیں: ''ان زائرہ اذا صلی وسلم علیه عند قبرہ سمعه سماعا حقیقیا ورد علیه من غیر واسطة لما جاء عنه بسند جید من صلی عند قبری الخ'' رسول اللہ ﷺ کا زائر جب مزار مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام عرض کرتا ہے تو حضرت حقیقی طور پر اس کو سنتے ہیں اور بغیر واسطہ کے جواب عنایت کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ حدیث صحیح سند سے مروی ہے۔ ''من صلی علیَ عند قبری سمعته'' (السعی المشکور لمولانا عبدالحی فرنگی محلی ص ۴۵۵ مطبوعہ مطبع چشمہ فیض لکھنو)

حدیث اور شارحین حدیث کی ان تصریحات سے واضح ہوا کہ جو شخص حضرت ﷺ کے مرقد اطہر کے پاس جا کر صلوٰۃ وسلام عرض کرتا ہے حضرت بہ نفس نفیس اس کو سنتے ہیں اور حقیقی معنی میں سنتے ہیں جس طرح زندہ انسان سنتے ہیں۔ یعنی حضرت ﷺ حقیقی معنی میں زندوں کی طرح زائرین کے صلوٰۃ وسلام کو سنتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہیں تو ان محدثین حضرت ملا علی قاریؒ، علامہ ابن حجرؒ، علامہ محدث عبدالحق دہلوی کی تصریحات بالا کے مطابق حضرت ﷺ کو سماع حقیقی حسی طور پر حاصل ہے جو حیات حقیقی حسی یعنی جسمانی کی نشان دہی کرتا ہے۔

بعد وفات مرقد اطہر پر آکر طلب مغفرت کرنے والے کو مغفرت کی بشارت دی گئی

عہد رسالت میں بعض افراد امت کے حق میں ان کی غلط روش کے موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئی تھیں:

''ولوانھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروالله واستغفرلھم الرسول لوجدالله توابا رحیماً (النساء: ۶۴)'' اور اگر ان لوگوں نے جب اپنے پر ظلم کیا آتے آپ کے پاس اور اللہ سے مغفرت چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت چاہتے تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا، رحمت کرنے والا پاتے۔

اس میں "جاؤک" کا مطلب حضرت ﷺ کی حیات ظاہری کے زمانہ تک کے لئے محدود نہیں سمجھا گیا بلکہ حضرت کو بعد الوفات، حصول حیات اور سماع حقیقی ہونے کی وجہ سے زائرین کے صلوٰۃ وسلام کے ہدایا اور ان کی طلب مغفرت کی دعاؤں کی درخواستیں مرقد اطہر پر پیش ہوتی ہیں اور حسب نصیب جواب سلام اور درخواستوں کی قبولیت سے زائرین کو نوازا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی آیت کی تفسیر میں علامہ ابوالبرکات نسفی مدارک التنزیل ج ۱ ص ۳۹۹ میں اور علامہ اثیر الدین ابوحیان اندلسی اپنی تفسیر البحر المحیط ج ۱ ص ۲۸۳ میں اور علامہ شیخ سمہودی اپنی کتاب خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ص ۵ میں اور علامہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۱۹۶ میں یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

"قیل جاء اعرابی بعد دفنه علیه السلام فرمی بنفسه علی قبره وحثی من ترابه علی رأسه وقال یا رسول الله قلت سمعنا وکان فی انزل علیک ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول او جدوا الله توابا رحیما وقد ظلمت نفسی وجئتک استغفر الله من ذنبی فاستغفر لی من ربی فنودی من قبره قد غفر لک" روایت کی گئی ہے کہ ایک بدوی حضرت ﷺ کی تدفین کے بعد حاضر ہوا اور قبر مبارک پر پڑ گیا اور اس کی مٹی لے کر اپنے سر پر ڈالی اور کہا یا رسول اللہ ﷺ جو آپ نے فرمایا میں نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں سے یہ بھی ہے کہ اگر لوگ اپنے نفس پر ظلم کر گزرے پھر اللہ سے طلب مغفرت کریں اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت چاہیں تو وہ اللہ کو تواب اور رحیم پائیں گے اور میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور آپ کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت کر رہا ہوں آپ بھی میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت فرمائیں تو مزار مبارک سے ندا آئی کہ تم کو بخش دیا گیا۔

بجز تفسیر مدارک کے تفسیر البحر المحیط اور خلاصۃ الوفاء اور جذب القلوب ان تینوں میں اس کے راوی حضرت سیدنا علی مرتضیٰ ہیں۔ تینوں کتابوں میں ان کی روایت سے یہ واقعہ نقل کیا گیا اور مدارک التنزیل کی مرقومہ عبارت کے تھوڑے فرق کے ساتھ ہر ایک میں یہ واقعہ اسی طرح منقول ہے اور خلاصۃ الوفا میں ہے کہ ابن جوزی اور ابن عساکر نے بھی اپنی تاریخ میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

حافظ عماد الدین بن عمر بن کثیر دمشقی اپنی تفسیر ابن کثیر میں آیت: "ولو انهم اذ ظلموا انفسهم الی آخره" کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں: "یرشد تعالی العصاة والمذنبین اذا وقع منهم الخطاء والعصیان ان یأتوا الی الرسول ﷺ فیستغفر الله عنده ویسألوه ان یستغفر لهم فانهم اذا فعلوا ذالک تاب الله علیهم ورحمهم وغفر لهم ولهذا قال لوجدالله توابا رحیما وقد ذکر جماعة منهم الشیخ ابو منصور الصباغ فی کتابه الشامل للحکایة المشهورة عن العتبی قال کنت جالسا عند قبر النبی ﷺ فجاء اعرابی فقال السلام علیک یا رسول الله سمعت الله یقول ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما وقد جئتک مستغفراً لذنبی مستشفعاً بک الی ربی ثم انشاء یقول یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه فطاب من طیبهن القاع والاکم نفسی الفداء لقبر انت ساکنه فیه العفاف وفیه الجود والکرم ثم انصرف الاعرابی فغلبتنی عینی فرأیت النبی ﷺ فی النوم فقال یا عتبی الحق الاعرابی فبشره ان الله قد غفر له" (تفسیر ابن کثیر للحافظ عماد الدین بن عمر بن کثیر دمشقی ج ۳ ص ۲ ۱۳ مطبوعہ مصر)

اللہ تعالیٰ اس آیت میں مجرموں اور گنہگاروں کو بتاتا ہے کہ جب ان سے غلطی یا جرم سرزد ہو جائے تو وہ آئیں رسول اللہ ﷺ کے پاس اور اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت کرتے ہوئے حضرت سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست کریں۔ وہ اگر ایسا کریں گے تو اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ ان پر رحم فرمائے گا۔ ان کو بخش دے گا اور اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تواب اور رحیم پائیں گے اور تحقیق ایک جماعت نے ذکر کیا ہے جن میں شیخ ابومنصور صباغ بھی ہیں۔ ان کی اس کتاب میں جو عتبی کی مشہور حکایت پر مشتمل ہے کہ کہا عتبی نے کہ میں حضرت ﷺ کے مزار اقدس کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بدوی آیا اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ! میں نے اللہ کے کلام میں پایا کہ وہ فرماتا ہے اگر لوگ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھیں پھر آپ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور آپ بھی اس کے لئے دعائے مغفرت کریں تو بے شک وہ لوگ اللہ کو تواب ورحیم پائیں گے تو میں آیا ہوں آپ کے پاس اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہوئے اور آپ کو اپنے رب کی طرف شفیع بنا رہا ہوں۔ پھر اس اعرابی نے یہ پڑھا۔ اے بہترین وہ جن کا جسم زمین میں دفن کیا گیا تو مہک اٹھے اس کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے، میری جان اس قبر پر قربان جس میں آپ مقیم ہیں۔ اس میں عفت ہے اور جود وکرم ہے۔ اس کے بعد بدوی واپس چلا گیا۔ پھر مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا تو میں نے حضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا: ''اے عتبی بدوی سے مل کر اس کو بشارت دو کہ اللہ نے اس کو بخش دیا۔''

خلاصہ یہ کہ آیت: ''ولو انهم اذ ظلموا'' کی تفسیر کے تحت مفسرین اور بعض محدثین کے ان واقعات کو بالالتزام نقل کرنے سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ ''جاؤک'' کا مطلب حضرت ﷺ کی حیات ظاہری تک کے لئے محدود نہ تھا بلکہ اس کے بعد بھی آستانہ نبوت پر حاضر ہونے والے کا صلوٰۃ وسلام اور دعائے مغفرت کی درخواست سماع حقیقی کے ساتھ سنی جاتی ہے اور اس کو جواب وقبولیت کی نعمت سے سربلند کیا جاتا ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کی حیات حقیقی جسمانی کے تاریخی شواہد وثبوت میں مندرجہ بالا تصریحات کے علاوہ بعض حضرات تابعین کی صحیح روایتیں بھی اس مضمون کی مستند کتابوں میں موجود ہیں۔

حیات نبوی ﷺ کے حقیقی جسمانی ہونے کا صحیح روایتوں سے تاریخی ثبوت

''اخرج ابو نعيم فى دلائل النبوة عن سعيد بن المسيب قال لقد رأيتني ليالي الحرّة وما فى مسجد رسول الله ﷺ غيرى وما ياتى وقت صلاة الا وسمعت الاذان من القبر واخرج الزبير بن بكار فى اخبار المدينة عن سعيد بن المسيب قال لم ازل اسمع الاذان والاقامة فى قبر رسول الله ﷺ ايام الحرة حتى عاد الناس واخرج ابن سعد فى طبقات عن سعيد بن المسيب انه كان يلازم المسجد ايام الحرة والناس يقتلون قال فكنت اذا حانت الصلوة اسمع اذانا يخرج من قبل القبر الشريف واخرج الدارمى فى مسنده قال اخبرنا مروان بن محمد عن سعيد بن عبدالعزيز قال لما كان ايام الحرة لم يؤذن فى مسجد رسول الله ﷺ ولم يقم وان سعيدا ابن المسيب لم يبرح مقيما فى المسجد وكان لا يعرف وقت الصلوة الا بهمهمة يسمعها من قبر النبى ﷺ'' (انباء الاذکیاء فی حیوۃ الانبیاء ص ۴، ۵ علامہ جلال الدین سیوطی مطبوعہ حیدرآباد)

ابو نعیم نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت سعید بن المسیب (جو افضل التابعین کہے جاتے ہیں) فرماتے ہیں کہ حرہ والی راتوں میں اپنے آپ کو اس حال میں پایا کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں میرے سواء کوئی دوسرا نہیں ہے۔ مگر جب نماز کا وقت آتا تو اذان کی آواز میں سنتا تھا جو قبر (مبارک) سے آتی تھی۔ انہی سعید بن المسیب سے زبیر بن بکار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اذان واقامت کی آواز حرہ کے دنوں میں حضرت کی قبر مبارک سے اس وقت تک سنتا رہا جب تک لوگ پھر مدینہ میں پلٹ کر آگئے۔ (اسی طرح) ابن سعد کے طبقات میں بھی ہے کہ سعید بن المسیب فرماتے تھے کہ حرہ کے دنوں میں وہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں مقیم ہو گئے اور لوگ کشت وخون میں مشغول تھے وہ کہتے تھے کہ میرا حال یہ تھا کہ نماز کا وقت جب آتا تو آذان کی آواز رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف سے سنتا۔ (یوں ہی دارمی نے اپنی مسند میں روایت نقل کی ہے کہ مروان بن محمد نے سعید بن عبدالعزیز کے حوالے سے یہ خبر دی (یعنی سعید کہتے تھے) کہ حرہ کے دنوں میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں نہ اذان ہوئی اور نہ اقامت۔ البتہ سعید بن المسیب جو ان دنوں مسجد نبوی ہی میں مقیم رہے ان کو نمازوں کے اوقات کا پتہ اس گنگناہٹ سے ہوتا جو رسول اللہ ﷺ کی قبر کی طرف سے آتی تھی۔

''ولابن الجوزی عن سعید بن المسیب لقد رأیتنی لیالی الحرة ومافی المسجد احد من خلق اللہ غیری وان اهل الشام لیدخلون زمرا یقولون انظروا الی هذاالشیخ المجنون ولا یاتی وقت الصلوٰة الا سمعت اذانا من القبر ثم اقیمت الصلوٰة فتقدمت فصلیت ومافی المسجد احد غیری'' ابن جوزی نے بھی سعید بن المسیب کے متعلق یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ حرہ کی راتوں میں اپنے آپ کو اس حال میں مسجد نبوی کے اندر پایا کہ میرے سوا مسجد میں خدا کی کوئی مخلوق نہیں ہے اور شام والے (یزید کی فوج کے سپاہی) مسجد نبوی میں داخل ہو کر مجھے دیکھتے اور کہتے کہ اس بڈھے پاگل آدمی کو دیکھو میں نے ان دنوں میں یہ بھی دیکھا کہ نماز کا وقت جب آیا تو قبر (نبوی) شریف کی طرف سے اذان کی آواز سنتا پھر اقامت کہی جاتی میں آگے بڑھتا اور نماز پڑھتا (اس حال میں) کہ میرے سوا کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ (خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ ص ۳۸ علامہ شیخ سمہودی مطبوعہ مصر)

''وقضیہ سماع سعید بن المسیب درایام واقعہ حرہ اذان از حجرہ شریفہ تا سہ روز کہ مردم مفارقت مسجد نبوی کردہ بودند مشہور است۔'' سعید بن المسیب کے متعلق یہ مشہور واقعہ ہے کہ وہ حرہ کے زمانے میں حجرہ شریف سے اذان کی آواز سنتے رہے ان تین دنوں تک جب کہ لوگ مسجد نبوی چھوڑ کر الگ ہو چکے تھے۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۱۸۹ مطبوعہ کانپور، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۹۰۵، علامہ عبدالحق محدث دہلوی)

---

۱ ''وهی ایام یزید بن معاویة لما نهب المدینة عسکره من اهل الشام الذین لنهبهم لقتال اهل المدینة من الصحابة والتابعین وامر علیهم مسلم بن عقبة وفی ذی الحجة سنة ثلاث وستین عقیبها لک یزید وحرة عنده ارض بظاهر المدینة بها حجارة سود کثیر'' (ایام حرہ، اسلامی تاریخ کی ایک اصطلاح ہے) یہ یزید بن معاویہ کا وہ زمانہ ہے جب کہ اس نے شام کی فوج مدینہ بھیجی تھی اور اہل مدینہ جن میں صحابہ وتابعین کے گھرانے بھی تھے ان کے قتل عام اور لوٹ مار کا حکم دیا تھا اور یزید نے اس فوج کا سردار مسلم بن عقبہ کو بنایا تھا۔ یہ واقعہ ۶۳ھ میں پیش آیا اس واقعہ کے بعد ہی یزید مر گیا۔ حرہ، مدینہ منورہ کی وہ سرزمین جہاں بہت سے سیاہ پتھر ہیں۔ (مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۲۵۲ مطبوعہ نول کشور لکھنو)

حضرت ﷺ کی حیات حقیقی جسمانی کے تاریخی شواہد میں افضل التابعین سعید بن المسیب کی یہ روایت جس کا تعلق ایام حرہ سے ہے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ جو متعدد اور مختلف طرق سے روایت کی گئی ہے اور اس کو ارباب سیر و تاریخ و حدیث ہر ایک نے بالاتفاق روایت کیا ہے اور جو خود ایک جلیل القدر تابعی کی روایت ہے ان وجوہ سے یہ روایت ایک تاریخی حقیقت بن گئی ہے جس کی صحت میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

ایک اور اہم تاریخی واقعہ

دوسرا اہم تاریخی واقعہ ۵۵۷ھ کا ہے۔ سلطان عادل نورالدین محمد بن زنگی (مصر) رسول اللہ ﷺ کو ایک رات تین بار خواب میں دیکھا کہ دو شخصوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں کہ "ان سے مجھ کو بچاؤ" تیسری بار دیکھنے کے بعد سلطان نورالدین کو اضطراب زیادہ ہوا اور رات ہی کے آخر حصہ میں مصر سے روانہ ہو کر سولھویں روز مدینہ منورہ پہنچے اور تفتیش و تلاش شروع کی۔ بالآخر پتہ لگا کہ دو نصرانی روضہ مطہرہ کے قریب ایک رباط میں مقیم ہو کر سرنگ کے ذریعہ مرقد اطہر تک پہنچنا چاہ رہے تھے اور ان کے بیان کے مطابق عیسائی بادشاہ نے ان کو اس کام کے لئے بھیجا تھا کہ جسد اطہر کو یہاں سے لے جائیں۔ اس کے بعد سلطان نورالدین عادل نے حجرہ شریفہ کے اردگرد گہری خندق کھدوائی اور رانگ یا سیسہ پگھلا کر اس میں بھروا دیا تا کہ جسد اطہر تک کسی کی رسائی نہ ہو۔

اس واقعہ کو (خلاصۃ الوفاء باخبار المصطفیٰ ص ۱۷۴) میں علامہ سمہودی نے حوالہ اور سند کے ساتھ پوری تفصیل سے لکھا ہے اور (مدارج النبوۃ ج ۳ ص ۹۰۵) میں علامہ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے اور (جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۱۹۰) میں بھی علامہ محدث دہلوی نے اس واقعہ لکھا ہے۔

اور اس کے آخر میں علامہ محدث فرماتے ہیں: "وایں قصہ را جمیع مورخاں مدینہ منورہ مثل شیخ جمال الدین مطری و مجدالدین فیروزآبادی وغیر ایشاں از علمائے اعلام ذکر کردہ اند و تصحیح نمودہ۔" اس واقعہ کا تذکرہ مدینہ منورہ کے تمام مؤرخوں نے کیا ہے۔ مثلاً شیخ جمال الدین مطہری، مجدالدین فیروزآبادی اور ان کے علاوہ دوسرے سربرآوردہ علماء نے اس کو بیان کیا ہے اور اس کی صحت کی وضاحت کی ہے۔

واقعہ کے متعلق مؤرخین کے ان بیانات اور اس کی صحت کی تصریح سے واضح ہوا کہ یہ ناقابل تردید تاریخی واقعہ ہے جو حضرت ﷺ کے جسد اطہر کے مرقد شریف میں موجود ہونے کی دلیل ہے اور اس سے آپ کی حسی یعنی جسمانی حیات ثابت ہوتی ہے۔

لذت مرگ سے آشنا ہونے کے بعد حضرات انبیاء کو جسمانی حیات عطاء ہوتی ہے

ان جملہ تصریحات سے جس طرح یہ امر مسلم ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام کو حقیقی جسمانی حیات حاصل ہے۔ یہ بھی متعین ہو گیا کہ وہ حیات اذاقت موت (موت کی لذت شناسی) کے بعد لاحق ہوتی ہے، ائمہ متقدمین کے بعض اقوال سے اس کی وضاحت ہو چکی ہے۔ مزید تصریحات بھی اس سلسلہ میں موجود ہیں۔

"قال البیہقی ولحیاۃ الانبیاء بعد موتھم شواھد" بیہقی نے کہا کہ مرنے کے بعد انبیاء علیہم السلام کی زندگی کے متعلق دلائل و شواہد موجود ہیں۔ (انباء الاذکیا فی حیاۃ الانبیا ص ۴)

''قال البیهقی فی کتاب الاعتقاد الانبیاء بعد ما قبضوا ردت الیهم ارواحهم فهم احیاء عند ربهم'' کتاب الاعتقاد میں بیہقی نے کہا کہ حضرات انبیاء کی روحیں قبض ہو جانے کے بعد پھر واپس ہو جاتی ہیں تو اپنے پروردگار کے پاس وہ زندہ ہیں۔ (انباہ الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء ص ۶)

''وسئل عن البارزی عن النبی ﷺ هل هو حی بعد وفاته فاجاب انه ﷺ حیٌ'' امام بارزی سے دریافت کیا گیا کہ وفات پانے کے بعد رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں؟ تو جواب دیا کہ ہاں زندہ ہیں۔ (ایضاً)

''واذا صح لنا هذا الاصل قلنا نبینا ﷺ قد صار حیاً بعد وفاته'' جب یہ (یعنی انبیاء کا وفات کے بعد زندہ ہونا) تسلیم شدہ ہے تو یہ قول بھی قابل تسلیم ہوگا کہ ہمارے نبی ﷺ وفات کے بعد زندہ ہو گئے۔ (ایضاً ص ۷)

''موت نبی ﷺ مستمر نیست وحق تعالی اورا بعد از اذاقت موت واجرائے سنت اماتت احیاء فرمود وانتقال ملک وما نند آں مشروط بموتے ست کہ مستمر باشد۔'' موت کی جو کیفیت حضرت ﷺ پر طاری ہوئی وہ دوامی کیفیت نہ تھی بلکہ موت کا مزہ چکھانے اور اس سنت کو جاری کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ کر دیا اور ملک وغیرہ کی منتقلی اس موت کے ساتھ مشروط ہے جو دوامی ہو۔ (جذب القلوب الی دیار المحبوب علامہ عبدالحق محدث دہلوی ص ۱۸۵)

حاصل یہ کہ حضرت ﷺ کو بھی حکم ''کل نفس ذائقة الموت'' موت لاحق ہوئی۔ لیکن موت مستمرہ (یعنی دوامی) نہیں۔ بلکہ موت کی کیفیت طاری ہونے کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے پھر آپ کو حیات بخش دی۔ یعنی قبض روح کے بعد پھر جسد کی طرف روح لوٹا دی گئی اور حیات حقیقی جسمانی عطا ہوئی۔

جمہور امت کا مسلک

قابل غور یہ ہے کہ یہ نظریہ اور مسلک امت مسلمہ کے کسی خاص طبقہ کا ہے یا جمہور امت کا؟ علامہ ابن حجر اور علامہ عبدالحق محدث کی تصریح سے معلوم ہو چکا کہ اس مسلک میں امت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ائمہ مذاہب کی مزید تصریحات بھی ہیں۔

ائمہ کرام کی تصریحات اور ان کے حوالے

''نقل عن الامام مالک انه کان یکره ان یقول رجل زرت قبر النبی ﷺ قال ابن رشد من اتباعه ان الکراهة لغلبة الزیارة فی الموتی وهو ﷺ احیاه الله تعالی بعد موته حیاة تامة واستمرت تلک الحیوة الی الآن وهی مستمرة فی المستقبل ولیس هذا خاصة به ﷺ بل یشارکه الانبیاء صلوات الله وسلامه علیهم اجمعین فهو حی بالحیوة الکاملة مع الاستغناء عند الغذاء الحسی الدینوی وجسده لم یتغیر ولم تاکله الارض وکذا سائر الانبیاء'' امام مالک سے یہ روایت نقل کی جاتی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ اس فقرہ کو ناپسند فرماتے تھے، ناپسندیدگی کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ ابن رشد جو امام مالک کے متبعین میں ہیں کہا کرتے تھے کہ زیارت کو لفظ عموماً مردے کے متعلق استعمال ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا حال یہ ہے کہ موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامل حیات اور پوری زندگی عطاء فرمائی ہے اور آپ کی یہی زندگی اس وقت تک مسلسل باقی ہے اور آئندہ بھی باقی رہے گی اور یہ بات کچھ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ سارے انبیاء علیہم السلام اس باب میں آپ کے شریک ہیں تو رسول اللہ ﷺ کامل ترین حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ باوجود زندہ رہنے کا محسوس

غذاؤں سے آپ بے نیاز ہیں۔ جسد مبارک میں کسی قسم کا تغیر بھی نہیں ہوا اور نہ زمین جسد اطہر کو کھا سکتی ہے۔ یہی حال سارے انبیاء کا ہے۔ (نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن ص ۱۴ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی مطبوعہ مطبع علی لکھنوی)

''وقال الشیخ تقی الدین السبکی حیاۃ الانبیاء والشهداء فی القبر کحیاتهم فی الدنیا ویشهدله صلوۃ موسیٰ فی قبره فان الصلوۃ تستدعی جسداً حیاً وکذالک الصفات المذکورۃ فی الانبیاء لیلۃ الاسراء کلها صفات الاجسام'' شیخ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں کہ انبیاء اور شہداء اپنی قبروں میں اسی طرح زندہ ہیں جیسے وہ دنیا میں زندہ تھے۔ جس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے پایا گیا۔ کیونکہ زندہ جسد کے بغیر نماز پڑھنے کی صورت ہی کیا ہو سکتی ہے اور معراج والی رات میں انبیاء علیہم السلام کے جو صفات بیان کئے گئے ہیں یہ سارے صفات اجسام ہی کے ہیں۔ (انباء الاذکیاء فی حیوۃ الانبیاء ص ۱۱)

امام عفیف الدین یافعی فرماتے ہیں: ''الانبیاء احیاء غیر اموات کما نظر النبی ﷺ الی موسیٰ علیہ السلام فی قبره ونصوص العلماء کی حیاۃ الانبیاء کثیرۃ'' حضرات انبیاء علیہم السلام مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ نے قبر میں (نماز پڑھتے ہوئے) دیکھا انبیاء کی زندگی اور حیات کے متعلق علماء کی شہادتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ (انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء ص ۷)

علامہ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں: ''شیخ علاؤالدین قونوی کہ از علمائے شافعیہ از ارباب تصوف است می گوید کہ ما اعتقاد داریم بحیات ایشاں نزد پروردگار جل جلالہ بحیاتے کہ اشرف واکمل است ازیں حیات متعارف۔'' شیخ علاؤالدین قونوی جو اہل تصوف علماء شافعیہ میں سے ہیں کہتے ہیں کہ ہم اس کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ لوگ (یعنی انبیاء علیہم السلام) پروردگار جل جلالہ کے پاس زندہ ہیں ان کو ایسی زندگی حاصل ہے جو اس حیات متعارف (دنیاوی) سے اعلیٰ واکمل ہے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۹۰۴)

''وسبکی در شفاء السقام می گوید کہ موت نبی ﷺ مستمر نیست وحق تعالیٰ او را بعد از اذاقت موت واجرائے سنت اماتت احیاء فرمود وایں حیات اعلیٰ واکمل است از حیات شہداء۔'' علامہ سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ پر موت کی کیفیت طاری ہوئی وہ دوامی نہیں تھی بلکہ موت کا مزہ چکھانے اور اس کی سنت جاری کرنے کے بعد آپ کو اللہ تعالیٰ نے زندگی عطاء فرمائی جو شہداء کی زندگی سے بھی اعلیٰ واکمل ہے۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۱۸۵)

علامہ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ علاؤالدین قونوی کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: ''وحیات انبیاء علیہم السلام کامل تر از حیات شہداء است وتحقیق دریں باب کہ مختار جمہور علماء است ہماں ست کہ از تاج الدین سبکی نقل کردہ۔'' اور جملہ انبیاء علیہم السلام کی زندگی شہداء کی زندگی سے زیادہ کامل ہے اور اس بارے میں تحقیق جو جمہور علماء کا مسلک مختار بھی ہے وہی ہے جو علامہ تاج الدین سبکی کے حوالہ سے نقل کیا گیا۔ (جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۱۹۱)

کل ائمہ مذاہب اور اہل سنت کا متفقہ مسلک

امام محدث علامہ ابوبکر بیہقی، علامہ دوراں جلال الدین سیوطی، ملا علی قاری اور دیگر ائمہ محدثین (حنفیہ) کے علاوہ امام دار الھجرۃ مالک بن انس، علامہ ابن رشد مالکی اور علامہ علاؤالدین قونوی شافعی، علامہ ابن حجر شافعی کی

تصریحات سے پوری طرح واضح ہو گیا کہ یہ تقریباً کل ائمہ مذاہب کا مسلک ہے اور علامہ ابن حجر و علامہ عبد الحق محدث دہلوی کی تصریحات بالا سے یہ بھی متعین ہو گیا کہ یہ کسی مخصوص طبقہ امت کا نہیں بلکہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ اور جمہور امت کا مسلمہ مسلک ہے۔ چنانچہ محققین و علمائے متکلمین کی تحقیق اور اس مسئلہ پر ان کے اتفاق کرنے کے اقوال یہ ہیں۔

محققین علماء کا اتفاق

''قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا ﷺ حی بعد وفاتہ'' ہمارے ائمہ میں محققین، متکلمین کا قول ہے کہ نبی ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہو گئے۔ (انباہ الاذکیاء فی حیوۃ الانبیاء ص ۷)

''و باتفاق علماء در حیات آنحضرت ﷺ بعد از وفات ہیچ شبہ نیست و ہمچنیں سائر انبیاء علیہم السلام در قبور زندہ اند بحیاتے کامل اثر و بتحقیقت تر از شہداء کہ در کلام مجید از دے خبر دادہ است و کیف لا و آنحضرت ﷺ سید الشہداء است و اعمال شہداء در میزان اوست۔'' اور علماء کا اتفاق ہے کہ وفات کے بعد حضرت ﷺ کے زندہ ہونے میں کوئی شبہ و اختلاف نہیں ہے اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں ایسی زندگی جو زیادہ کامل اور حقیقت پر مبنی ہے۔ شہداء کی اس زندگی سے جس کی کلام مجید میں خبر دی گئی ہے اور کیوں ایسا نہ ہو جب کہ حضرت ﷺ سید الشہداء ہیں اور شہداء کے جملہ اعمال آپ کے میزان عمل میں موجود ہیں۔ (جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۱۸۳)

مسلک حیات النبی ﷺ پر کسی مفہوم حدیث سے شبہ کا احتمال ممکن ہے؟

جن علماء و ائمہ متقدمین نے اس مسئلہ پر غور کیا ہے اور دلائل و شواہد کے سلسلہ میں ہر طرف نگاہ ڈالی ہے، ہر ایک کو اس مسئلہ کے ثبوت میں کتاب و سنت کے دلائل و شواہد ملتے گئے لیکن ان میں سے کسی ایک کے پیش نظر کوئی ایسی آیت قرآنی یا حدیث صحیح نہیں آئی۔ جو اس مسلک کی مخالف ہو یا اس سے اس کا ٹکراؤ ہوتا ہو اور نہ کسی نے کتاب و سنت کے کسی منفی پہلو کی اس مسئلہ میں تصریح کی ہے۔

ائمہ محققین نے صرف ایک حدیث کے بارے میں صراحت کی ہے کہ اس سے اس مسئلہ میں شبہ پیدا ہو سکتا ہے لیکن خود ہی ان محققین نے حدیث کے مفہوم و معنی کو واضح کر کے شبہ کو زائل کر دیا ہے۔ حدیث یہ ہے: ''عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ما من احد یسلم علیّ الا رد اللہ علیّ روحی حتی ارد علیہ السلام'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے، اللہ میری روح ادھر متوجہ کر دیتا ہے تو میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

(ابوداؤد، دعوات کبیر للبیہقی مشکوۃ المصابیح کتاب الصلوۃ باب فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ ص ۸۷)

علامہ جلال الدین سیوطی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''ولا شک ان ظاہر الحدیث مفارقۃ الروح لبدنہ الشریف فی بعض الاوقات وھو مخالف للاحادیث السابقۃ فقد تاملتہ ففتح علی فی الجواب عدۃ اجوبۃ۔ الوجہ الرابع وھو قوی جدا انہ لیس المراد برد الروح عودھا بعد مفارقۃ البدن وانما النبی ﷺ فی البرزخ مشغول باحوال الملکوت مستغرق فی مشاھدۃ ربہ کما کان فی الدنیا فی حالۃ الوحی وفی اوقات اخر فعبر عن الافاقۃ من تلک المشاھدۃ وذالک الاستغراق برد الروح ونظیر ھذا قول العلماء فی

اللفظة التی وقعت فی بعض احادیث الاسراء وهی قوله فاستیقظت واذا انا بالمسجد الحرام، لیس المراد الاستیقاظ من نوم فان الاسراء لم یکن مناما وانما المراد الافاقة مما خامره من عجاب الملکوت" اس میں شک نہیں کہ ظاہر حدیث کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات میں حضرت کے جسم اطہر سے روح جدا ہو جاتی ہے اور یہ گزشتہ احادیث کے مخالف ہے۔ جب میں نے غور و تامل کیا تو مجھ پر اس کے چند حل واضح ہوئے۔ چوتھی وجہ یہ ہے جو بہت مستحکم اور قوی ہے کہ روح کے واپس آنے سے اس کا جسم سے جدائی کے بعد واپس آنا مراد نہیں ہے بلکہ نبی ﷺ برزخ میں عالم ملکوت کے احوال میں مشغول اور اپنے رب کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں جیسا کہ دنیا میں حالت وحی اور دوسرے اوقات میں ہوا کرتا تھا تو اس مشاہدہ اور استغراق سے افاقہ ہونے کی تعبیر اس سے کی گئی کہ روح واپس ہوئی اور اس کی نظیر علماء کا وہ قول ہے جو معراج کی بعض حدیث کے لفظ فاستیقظت (تو میں بیدار ہوا) کے بارے میں ہے کہ استیقاظ سے، نیند سے بیداری مراد نہیں ہے۔ کیونکہ یہ معلوم ہے کہ معراج کا واقعہ نیند کی حالت میں نہیں ہوا۔ بلکہ عالم ملکوت کے عجائب کے معائنہ میں جو انہماک ہو گیا تھا، اس سے افاقہ ہونا مراد ہے۔

(انباہ الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء ص ۹)

"الثانی وهو اقواها ولا یدرکها الا ذو باع فی العربیة ان قوله رد الله جملة حالیة وقاعدة العربیة ان جملة الحال اذا وقعت فعلاً ماضیاً قدرت فیها قد کقوله تعالٰی جاءو کم حصرت صدورهم ای قد حصرت وکذا هنا تقدر الجملة ماضیة سابقة علی السلام الواقع من کل احد وحتی لیست للتعلیل بل هو مجرد حرف عطف بمعنی الواؤ فصار تقدیر الحدیث ما من احد یسلم علیّ الا قدرہ الله علیٰ روحی قبل ذالک وارد علیه وانما جاء الاشکال من ظن ان جملة رد الله بمعنی الحال او الاستقبال وظن ان حتی تعلیلیة ولیس کذالک وبهذا الذی قررناه ارتفع الاشکال من اصله" دوسری وجہ جو بہت زیادہ قوی ہے مگر اس کو وہی ادراک کر سکتا ہے جو فن عربی میں مہارت رکھتا ہو، یہ ہے کہ حضرت کا ارشاد رد اللہ کا جملہ حالیہ ہے اور عربی کا قاعدہ ہے کہ جملہ حالیہ جب فعل ماضی ہو تو اس میں لفظ قد مقدر ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول: "جاءو کم حصرت صدورهم" یعنی قد حصرت۔ اسی طرح یہاں بھی قد مقدر ہے اور وہ جملہ ماضی کا ہر ایک کی طرف سے واقع ہونے والے سلام پر سابق اور مقدم ہے اور حتیٰ تعلیل کے معنی میں نہیں ہے بلکہ وہ محض حرف عطف ہے واؤ کے معنی میں تو اب حدیث بر بنائے تقدیر یہ ہے جو بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو چونکہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے میری روح مجھ پر واپس فرما چکا ہے اس لئے میں سلام کا جواب دیتا ہوں اور اس جگہ شک وشبہ کی گنجائش محض اس گمان کی وجہ سے ہوئی کہ جملہ رد اللہ حال یا استقبال کے معنی میں ہے اور اس گمان سے بھی شبہ ہوا کہ حتیٰ تعلیل کے معنی میں ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اور اس توضیح سے جو میں نے بیان کی شک وشبہ بالکل ختم ہو گیا۔ (انباہ الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء ص ۸)

علامہ جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ انباہ الاذکیاء کے آخر میں فرماتے ہیں: "ثم بعد ذالک رأیت الحدیث المسئول عنه مخرجا فی کتاب حیاة الانبیاء البیهقی بلفظه الا وقد رد الله علی روحی فصرح فیه بلفظ وقد فحمدت الله کثیرا وقوی ان روایة اسقاطها محمولة علی اضمارها وان حذفها تصرف الرواة وهو الامر الذی جنحت الیه فی الوجه الثانی من الاجوبة وقد عرف الان ترجیحه لوجود هذه الروایة فهو اقوی الاجوبة ومراد الحدیث علیه الاخبار بان الله تعالٰی یرد روحه بعد الموت علی الدوام فیصیر حیاً علی

الدوام حتی لو سلم علیہ احد رد علیہ السلام لوجود الحیاۃ فیہ فصار الحدیث موافقاً للاحادیث الواردۃ فی حیاتہ فی قبرہ و واحدا من جملتھا لا منافی لھا البتۃ بوجہ من الوجوہ وللہ الحمد والمنۃ''

(انباہ الاذکیا فی حیاۃ الانبیاء ص ۱۶)

پھر میں نے اس کے بعد اس حدیث کو جس پر گفتگو کی گئی ہے (رد اللہ علیّ روحی) امام بیہقی کی کتاب حیاۃ الانبیاء میں اس طرح تخریج کی ہوئی دیکھی الا وقد رد اللہ علیّ روحی تو اس میں لفظ وقد کی صراحت موجود ہے تو میں نے اللہ تعالیٰ کی بہت حمد کی اور یہ بات مستحکم ہوگئی کہ قد دراصل اس جگہ موجود ہے اور راویوں کے تصرف کی وجہ سے محفوظ ہے اور یہ وہ امر ہے جس کی طرف اپنا میلان ورجحان وجہ ثانی میں بیان کر چکا ہوں تو اب اس روایت کی وجہ سے اس توجیہ کا راجح ہونا معلوم ہوگیا۔ اس بنا پر تمام جوابوں میں یہ سب سے زیادہ قوی ہے اور حدیث کا منشا یہ ہے کہ اس بات کی خبر دی گئی کہ موت طاری ہونے کے بعد اللہ آپ کی روح کو واپس کردے گا۔ ہمیشہ کے لئے اس لئے اگر کوئی سلام کرے گا تو زندگی اور حیات کی وجہ سے آپ سلام کا جواب دیں گے تو یہ حدیث بھی ان احادیث کے موافق ہوگئی۔ جو قبر میں حضرت کی حیات کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور کسی وجہ اور کسی بنیاد پر کوئی حدیث بھی اس کے منافی نہیں ہے۔ بس اللہ ہی کے حمد ومنت ہے۔

جس طرح تصریحات بالا میں علامہ جلال الدین سیوطی نے مختلف وجوہ کے ذریعہ اس شبہ کو پوری طرح زائل کردیا ہے اور حدیث کے مفہوم کو واضح کر کے متعین کردیا ہے، اسی طرح علامہ عبدالحق محدث دہلوی نے مشکوٰۃ کی دونوں (لمعات قلمی شرح مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ وفضائلھا موقوفہ کتب خانہ مجیبیہ پھلوار) اور (اشعۃ اللمعات مطبوعہ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۳۷) میں حدیث کے اس شبہ کو زائل کر کے مفہوم کی وضاحت کردی ہے اور ملا علی قاری نے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۶) میں بھی شبہ کا ازالہ کیا ہے اور ان سب شارحین حدیث نے علامہ جلال الدین سیوطی کی تحقیق اور ان کے تعیین مفہوم کا ہر جگہ حوالہ دیا ہے۔ ان تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کے مفہوم میں مسلک حیات النبی کے بارے میں کوئی شبہ یا متضاد بات نہیں ہے۔ بلکہ علامہ سیوطی کی آخری تصریح کے مطابق مفہوم حدیث سے مسلک حیات النبی کی پوری تائید ہوتی ہے۔

حاصل یہ کہ مذکورہ بالا زائل کردہ شبہ کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کی بعد الوفات حقیقی وجسمانی حیات کے حصول کے مخالف یا متعارض کتاب وسنت کا کوئی حوالہ نہیں دیکھا گیا اور نہ کسی عہد وزمانہ میں اپنے دور کے کسی محقق نے اس کے خلاف کسی سند یا حوالہ کی تصریح کی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے طریان موت اور حضرت ﷺ کے واقعہ رحلت کی حدیثیں

کتب صحاح کی وہ حدیثیں جن میں حضرت ﷺ کی وفات کا تذکرہ ہے اور انبیاء علیہم السلام کو دنیاوی واخروی زندگی کے بارے میں اختیار دیئے جانے کی مرفوع حدیثیں جن میں تصریح ہے کہ اخری زندگی پسند کی گئی اور موت لاحق ہوئی۔ (۵ تا ۸ پر وہ حدیثیں گزر چکی ہیں)

یا وہ روایتیں جن کو امام بخاری ودیگر محدثین صحاح نے حضرت ﷺ کے مرض وفات اور کوائف رحلت میں بیان کیا ہے خواہ وہ بعض اجل صحابہ کے اثر ہوں جن میں انہوں نے حضرت کو موت لاحق ہونے اور وفات

پا جانے کی تصریح کی ہے۔ جیسے واقعہ رحلت اور وفات کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ اثر: ''اخبرنی ابو سلمة عن عائشة اخبرته ان ابابکر قبل علی فرس من مسکنه بالسنح حتی نزل فدخل المسجد فلم یکلم الناس حتی دخل علی عائشة فتیمم رسول اللہ ﷺ وھو مغشی بثوب حبرة فکشف عن وجھه ثم اکب علیه فقبله وبکی ثم قال بابی انت وامی واللہ لا یجمع اللہ علیک موتتین اما الموتة التی کتبت علیک فقد متھا''
مجھ سے ابوسلمہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار اپنے گھر سنح سے جب واپس آئے تو مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور لوگوں سے گفتگو نہ کی بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں داخل ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچے۔ آپ کے جسم اطہر پر ایک یمنی چادر تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چہرہ انور سے چادر ہٹائی اور جھک گئے پھر آپ کو بوسہ دیا اور رو پڑے اور کہا کہ میرے باپ ماں آپ پر قربان، قسم ہے خدا کی اللہ تعالیٰ آپ پر دو موت جمع نہیں کرے گا۔ جو موت آپ کے لئے متعین تھی اس کی بناء پر آپ کی وفات ہو گئی۔　　(صحیح بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ ص ۶۴۰)

کیا اس قسم کی تصریحات، مسلک حیات النبی کے معارض یا مخالف ہوسکتی ہیں؟ غور کا مقام ہے کہ ان جملہ تصریحات کا منشاء یہی ہے کہ حضرت کو موت لاحق ہوئی تو ان تصریحات حدیث پر کیا موقوف ہے خود نصوص قرآنی: ''انک میت وانھم میتون (الزمر:۳۰) افائن مت فھم الخالدون (الانبیاء:۳۴) کل نفس ذائقة الموت (العنکبوت:۵۷)'' خبر دی رہی ہیں کہ حضرت کو بھی موت لاحق ہوگی۔ بلکہ انہی نصوص قرآنی کی روشنی میں اس مسلک کی وضاحت کی گئی ہے کہ وفات واقع ہوئی اور موت کی کیفیت طاری ہونے کے بعد حقیقی حیات حاصل ہوئی۔ اس لئے خواہ احادیث مرفوع کی وہ روایتیں ہوں یا قرآن کریم کے وہ نصوص جن میں وقوع موت کا ذکر ہے ان میں سے کوئی بھی مسلک حیات النبی بعد الوفاۃ کے نہ متعارض ہے نہ متضاد۔

لا یجمع اللہ علیک موتتین کے تعیین مفہوم میں شارحین کے اقوال

اگرچہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اثر کی تشریح و وضاحت اس مبحث سے خارج ہے، کیونکہ اس میں حضرت ﷺ کو موت لاحق ہونے اور وفات واقع ہونے کی خبر ہے جو کتاب وسنت اور عقیدہ امت کا مسلمہ ہے۔ لیکن چونکہ اس میں بعض ایسے جملے ہیں جو تشریح طلب ہیں اور جس کی عدم تشریح و وضاحت سے شکوک وشبہات پیدا ہو سکتے ہیں۔ مثلاً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد: ''لا یجمع اللہ علیک موتتین'' (اللہ آپ پر دو موت جمع نہیں کرے گا) اس کا کیا منشاء ہے؟ اس کے لئے شارحین حدیث کے اقوال دیکھے جائیں ممکن ہے ان اقوال وضاحت میں ایسے پہلو موجود ہوں جو خود مسلک مصرحہ کی تائید کرتے ہوں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''واشد ما فیه اشکالاً قول ابی بکر لا یجمع اللہ علیک موتتین وعنه اجوبة فقیل ھو علی حقیقة واشار بذالک الی الرد علی من زعم انه سیحی فیقطع ایدی رجال لانه لو صح ذالک للزم ان یموت موتة اخریٰ فاخبر انه اکرم علی اللہ من ان یجمع علیه موتتین کما جمعھا علی غیرہ کالذین خرجوا من دیارہ وھم الوف وکالذی مر علی قریة وھذا اوضح الاجوبة واسلمھا وقیل اراد لا یموت موتة اخری فی القبر کغیرہ اذ یحیی لیسئل ثم

یموت وھذا جواب الداؤوی وقیل لا یجمع اللہ علیک موت نفسک وموت شریعتک وقیل کنی بالموت الثانی عن الکرب ای لا تلقی بعد کرب ھذا الموت کربا اخر ''اس میں زیادہ اشکال کی چیز حضرت ابوبکر کا یہ قول ہے اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا اس کے چند جوابات ہیں۔(۱) کہا گیا ہے یہ اپنی حقیقت پر مبنی ہے اور اس سے ان لوگوں کی تردید کی طرف اشارہ ہے جن کا یہ گمان تھا کہ حضرت زندہ ہوں گے اور منافقین کا خاتمہ کریں گے۔ اگر یہ صحیح ہوتا تو لازم آتا کہ دوبارہ موت طاری ہو تو اس کی خبر دی گئی کہ اللہ کے نزدیک حضرت اس سے اکرم واعلیٰ ہیں کہ آپ پر دو موت جمع کرے۔ جیسا کہ یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوا جن کو آیت قرآنی: ''کالذین خرجوا من دیارھم وھم الوف (الانفال:۴۷)'' اور ''کالذی مرّ علٰی قریۃ (البقرۃ:۲۵۹)'' میں بیان کیا گیا ہے یہ اور جوابوں سے زیادہ واضح اور اسلم ہے اور (۲) کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ دوبارہ موت قبر میں نہیں ہوگی جیسا کہ اور لوگ قبر میں زندہ کئے جائیں گے اور سوال وجواب ہے اور (۳) کہا گیا کہ دو موت سے مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات کی موت اور آپ کی شریعت کی موت جمع نہیں ہوگی اور (۴) کہا گیا ہے موت سے اذیت وتکلیف مراد ہے۔ یعنی اس موت کی تکلیف کے بعد کوئی دوسری تکلیف نہیں ہوگی۔ (فتح الباری شرح بخاری جز ثالث کتاب الجنائز ص ۹۱ مطبوعہ مصر)

علامہ بدرالدین عینی، عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں: ''قولہ لا یجمع اللہ علیک موتتین قال الداؤوی لم یجمع اللہ علیک شدۃ بعد ھذا الموت لان اللہ تعالٰی قد عصمک من اھوال یوم القیامۃ قال وقیل لا یموت موتۃ اخریٰ فی قبرہ کما یحیی غیرہ فی القبر فیسئال ثم یقبض ''یہ ارشاد کہ اللہ دو موت آپ پر جمع نہیں کرے گا داؤدی نے کہا کہ اللہ تعالٰی اس موت کے بعد آپ پر شدت وتکلیف نہیں جمع کرے گا، اس لئے کہ آپ کو قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے محفوظ فرمادیا ہے۔ کہا کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کو دوبارہ موت قبر میں نہیں ہوگی۔ جیسا کہ اور لوگ قبر میں زندہ کئے جائیں گے۔ سوال وجواب ہوگا۔ پھر ان کی روح قبض کرلی جائے گی۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری جز رابع کتاب الجنائز ص ۱۶ مطبوعہ مصر)

''قال موتتین قال ذالک ابوبکر حین قال عمر حین مات النبی ﷺ ان اللہ سیبعث نبیہ فیقطع ایدی رجال قالوا انہ مات ثم یموت آخر الزمان فاراد ابوبکر رد کلامہ ای لا یکون ذالک فی الدنیا الا موتۃ واحدۃ وقال الداؤدی ای لا یموت فی قبرہ موتۃ اخریٰ'' دو موت، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہا جب کہ حضرت ﷺ کی وفات ہوگئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالٰی اپنے نبی کو مبعوث کرے گا تو وہ منافقین کا خاتمہ کریں گے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس وقت آپ کی وفات ہوگئی۔ پھر آخری زمانہ میں آپ کی وفات ہوگی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تردید فرمائی کہ دنیا میں ایک ہی بار موت طاری ہوگی اور داؤدی نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ قبر میں دوبارہ موت نہیں ہوگی۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری جز ثامن کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ ص ۴۵)

کوئی توضیح مفہوم حیات انبیاء کے معارض نہیں بلکہ مؤید ہے

علامہ ابن حجر عسقلانی نے ''لا یجمع اللہ علیک موتتین'' کی شرح میں چند اقوال لکھے ہیں۔ ان میں پہلا قول جس کو واضح بتایا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ﷺ کی وفات کے وقت بعض صحابہ کو خیال ہوگیا تھا کہ حضرت ﷺ زندہ ہو کر منافقین کا خاتمہ کریں گے۔ تب آپ کی وفات ہوگی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تردید فرمائی کہ ایسا نہیں

ہے کہ آپ زندہ ہوں اور پھر آپ پر دوبارہ موت طاری ہو جو آپ کے لئے مقرر تھی وہ ہو گئی۔ زندہ ہو کر دوبارہ موت نہیں ہو گی۔ یعنی دو موت آپ پر جمع نہیں ہو گی۔

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اپنی شرح میں چند دوسرے اقوال کے ساتھ اس کو لکھا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی دونوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول کی دوسری توضیح یہ کی ہے کہ منشا یہ ہے کہ قبر میں حضرت ﷺ کے لئے دوبارہ موت نہیں ہے۔ یعنی جس طرح تمام لوگ قبر میں زندہ کر کے سوال و جواب کے مرحلے سے گزارے جائیں گے پھر ان کی روح قبض کر لی جائے گی۔ حضرت کے لئے ایسا نہیں ہے بلکہ آپ کو قبر میں زندگی عطاء ہو گی تو پھر دوبارہ موت طاری نہیں ہو گی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پہلی توضیح واقعیت کی بناء پر صحیح ہے۔ کیونکہ یہ مسلم ہے کہ دوبارہ حضرت کو ایسی حیات حاصل نہیں ہو گی کہ امور مہمہ دنیاوی انجام دیں اور منافقین کا خاتمہ کریں۔ لیکن اس کے باوجود وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کی وہ حیات جسمانی تسلیم شدہ رہی۔ جس کی بناء پر وہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے والوں کا سلام سنتے ہیں اور جواب عنایت کرتے ہیں اور اپنی جسمانی حیات کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں۔ کیونکہ توضیح مذکور سے اس کی نفی تو درکنار اس کی طرف اشارہ بھی نہیں پایا جاتا ہے اور دوسری توضیح کا منشاء و مفہوم بعینہ وہی ہے جو حیات انبیاء کا ہے۔ اس لئے حیات انبیاء کا جو مفہوم کتاب وسنت وائمہ متقدمین کی تصریحات کی روشنی میں واضح ہو چکا ہے وہ نہ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول کے معارض و متضاد ہے اور نہ ان کے قول کی کسی شرح کے۔ بلکہ اس قول کی توضیحات انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الوفات کی مؤید اور مثبت ہیں۔

لا یذیقک اللہ الموتتین کی شرح

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ اثر صحیح بخاری میں کتاب الجنائز اور کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ کے علاوہ کتاب المناقب باب فضائل ابی بکر میں بھی مروی ہے۔ چنانچہ اس جگہ کے الفاظ یہ ہیں: ''فجاء ابوبکر فکشف عن رسول اللہ ﷺ فقبلہ فقال بابی انت وامی طبت حیاً ومیتاً والذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے حضرت ﷺ کے چہرہ انور سے کپڑا ہٹایا اور بوسہ دے کر فرمایا کہ میرے باپ ماں آپ پر قربان، پاکیزہ رہے آپ حالت حیات اور حالت ممات میں اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موت نہیں چکھائے گا۔

(صحیح بخاری ج ۱ کتاب المناقب باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ ص ۵۱۷ مطبوعہ ہند)

اس کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: ''قولہ لا یذیقک اللہ الموتتین بضم الیاء من الاذاقة واراد بالموتتین الموت فی الدنیا والموت فی القبر وھما موتتان المعروفتان المشھورتان فلذالک ذکرھما بالتعریف وھما الموتتان الواقعتان لکل احد غیر الانبیاء علیہم السلام فانھم لا یموتون فی قبورھم بل ھم احیاء واما سائر الخلق فانھم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم القیامة ومذھب اھل السنة والجماعة ان فی القبر حیاةً وموتاً فلابد من ذوق الموتتین لکل احد غیر الانبیاء'' قول، اللہ آپ کو دو موت

نہیں چکھائے گا، دوموت سے ایک دنیا کی موت اور دوسرے قبر کی موت مراد ہے اور وہ دونوں معروف ومشہور ہیں۔اسی لئے اس کو الف لام کے ساتھ معرفہ ذکر کیا ہے اور وہ دونوں موتیں انبیاء کے علاوہ ہر ایک کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ انبیاء قبروں میں نہیں مرتے ہیں بلکہ وہ زندہ رہتے ہیں اور تمام لوگ قبروں میں مرجاتے ہیں۔ پھر قیامت کے دن زندہ کئے جائیں گے اور اہل سنت والجماعت کا مسلک ومذہب یہی ہے کہ قبر میں زندگی اور موت دونوں ہے۔اس لئے دوموت کا چکھنا ہر ایک کے لئے ضروری ہے بجز انبیاء علیہم السلام کے۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری جز سابع ص ۶۰۰ مطبوعہ مصر)

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''واحسن من هذاالجواب ان يقال ان حياته ﷺ في القبر لا يعقبها موت بل يستمر حيا والانبياء احياء في قبورهم ولعل هذا هو الحكمة في تعريف الموتتين حيث قال لا يذيقك الله الموتتين اى المعروفتين المشهورتين الواقعتين لكل احد غير الانبياء''

اور اس جواب سے احسن یہ ہے کہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایسی زندگی عطاء ہوئی کہ پھر اس کے بعد موت نہیں ہے۔آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور جملہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور غالباً یہی حکمت ہے کہ الموتتین کو معرف باللام لایا گیا ہے۔یعنی وہ دو مشہور و معروف موتیں جو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر ایک کے لئے متعین ہیں۔

(فتح الباری شرح بخاری جز سابع ص ۲۲ مطبوعہ مصر)

شارحین کی توضیح حیات النبی کے ہم معنی اور مترادف ہے

صحیح بخاری کے دونوں مشہور شارح علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی نے اس جگہ الموتتین میں موت ثانیہ سے قبر کی موت مراد لی ہے اور علامہ ابن حجر نے اس کو احسن بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ اذاقت موت کے بعد پھر کوئی موت حضرت ﷺ پر قبر میں طاری نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کے بعد آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ لا یجمع اللہ علیک موتتین کی توضیح ثانی میں جو لکھا ہے اس کی مزید تاکید وتشریح کے ساتھ احسن قول بتاتے ہوئے اس جگہ لکھا ہے۔

شارحین کا اس مسلک پر اتفاق وایجاب

اس سے اگر یہ واضح ہوا کہ: ''لا یجمع اللہ علیک موتتین۔ ولا یذیقک اللہ الموتتین'' کے تعیّن مفہوم میں ائمہ شارحین علامہ ابن حجر وعلامہ عینی کے نزدیک بہتر اور صحیح توضیح یہی ہے کہ موت ثانیہ سے قبر کی موت مراد ہے جو انبیاء کو طاری نہیں ہوگی اور وہ موت کی لذت شناسی کے بعد ہمیشہ کے لئے زندہ کردیئے جائیں گے تو اس کے ساتھ حیات انبیاء کے مسلک پر ان ائمہ شارحین کے اتفاق وایجاب کی تصریح کی بھی وضاحت ہوگئی۔

خلاصہ یہ کہ صحیح بخاری کے شارحین نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول کی جو وضاحت وتشریح کی ہے وہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کی موافقت اور پوری تائید کرتی ہے۔ علامہ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اس قول کو مسلک حیات النبی کے ثبوت وتائید میں پیش کیا ہے۔ چنانچہ مدارج النبوۃ میں علامہ محدث فرماتے ہیں: و در قول ابی بکر لا یجمع اللہ علیک موتتین، اختلاف کردہ اند کہ چیست مراد از اں۔ بعضے گفتہ اند کہ مراد آں ست کہ نمی میرد

بموت دیگر در قبر ہمچو دیگراں کہ زندہ گردانیدہ می شود برائے سوال باز میرانیدہ می شوند وظاہر آن ست کہ موت دیگر نیست بروے وبعد از جریان سنت الٰہی براذاقت موت وزندہ گردانیدن بعد ازاں حیات باقی ومستمر خواہد بود وممات براں طاری نہ خواہد شد۔ پس ایں سخن اشارت است بحیات آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول: ''لایجمع اللہ علیک موتتین'' میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ اس کا منشاء کیا ہے؟ بعض نے کہا کہ اس کا منشاء یہ ہے کہ آپ کو دوبارہ موت قبر میں نہیں ہوگی۔ جیسا کہ اور لوگ زندہ کئے جائیں گے سوال کے لئے پھر مار دیئے جائیں گے اور ظاہر بھی ہے کہ آپ کے لئے دوبارہ موت نہیں ہے اور موت کا مزہ چکھانے کی سنت الٰہی جاری کرنے اور پھر آپ کو زندہ کرنے کے بعد حیات باقی اور ہمیشہ رہے گی اور پھر موت طاری نہیں ہوگی تو اس کلام سے آنحضرت ﷺ کی حیات کی طرف اشارہ ہے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۹۰)

شارحین حدیث کی تصریحات سے واضح ہوگیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول: ''لا یجمع اللہ علیک موتتین'' کی کوئی توضیح مسلک مصرحہ حیات الانبیاء کے مخالف ومعارض نہیں ہے۔ بلکہ ان کا قول اور اس کی توضیح مسلک مصرحہ کی تائید وموافقت میں ہے۔ اس بناء پر ان توضیحات وتصریحات کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اثر کے کسی حصہ سے مسلک حیات النبی ﷺ پر کوئی ایراد واشکال یا کسی شک وشبہ کا احتمال باقی نہیں رہتا۔ بلکہ مزید اس کی تائید وتشریح ہوتی ہے۔

الغرض حیات انبیاء علیہم السلام کا مسلک قرآن کریم کے نصوص صریحہ اور کتب صحاح کی احادیث[1] مرفوعہ کے واضح دلائل اور ائمہ مفسرین ومحدثین وعلمائے متقدمین[2] کی بیّن تصریحات اور محققین وائمہ مذاہب کی تحقیق کی روشنی میں[3] واضح اور پوری طرح نمایاں ہوگیا۔ مزید علماء محققین کی اس وضاحت سے کہ یہ مسئلہ اتفاقی واجماعی ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں اور نہ کسی شک وشبہ کی گنجائش ہے۔ اس کا امر مسلم اور متفق علیہ ہونا بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گیا[4]۔ اس بنا پر یہ کسی ایک فرد یا خاص ماحول وطبقہ کا مسلک ونظریہ نہیں بلکہ ان تمام اجلہ ملت اور ائمہ امت کی تصریحات وتوضیحات سے معلوم ہوا کہ اہل سنت والجماعت کا یہ متفقہ مسئلہ ہے اور سلف سے خلف تک سب کے نزدیک تسلیم شدہ ہے۔

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم   گزیں مے ہمچو من بسیار شد مست

---

[1] ان احادیث کے قبول واستنباط میں انہی شارحین حدیث کے اقوال مدنظر رہے ہیں جن کی شرحیں علماء کے درمیان متداول اور مقبول ہیں اور جن جملہ پر علمائے کرام اعتماد کرتے ہیں۔

[2] علمائے متقدمین کی پیروی کہاں تک کی گئی ہے یہ اسی سے معلوم ہوگا کہ کسی اور کا قول لکھنے کے بجائے ہر جگہ علمائے متقدمین کے اقوال نقل کئے گئے ہیں اور انہی کی اتباع میں کوئی نظریہ یا مسلک واضح کیا گیا ہے۔

[3] یہ مسلک یہ نظریہ یا بزبان دیگر یہ وہم نہ صرف کسی ایک حدیث (وہ بھی ایسی حدیث جو صحابی کا قول ہو جس کو محدثین اثر کہتے ہیں۔ حدیث مرفوع بھی نہیں) بلکہ نص قرآنی اور احادیث مرفوعہ کی دلالت ووضاحت اور ائمہ مفسرین ومحدثین وعلماء متقدمین ومحققین وائمہ مذاہب کے اقوال وتصریحات کی روشنی میں ایک مسلم اور ناقابل تردید حقیقت ہے۔ اس لئے اگر اس کو وہم کہا جاسکتا ہے تو یہ کسی ایک فرد کا وہم نہیں، کسی خاص طبقہ وماحول کا وہم نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کا اتفاقی واجماعی وہم ہے۔ جو وہم کتاب وسنت کے قطعی نصوص کی بناء پر بلاخوف لومۃ لائم ہر ذی ہوش اور ذی فہم کے لئے مسلک صحیح اور نظریہ حقہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ (حاشیہ ۴،۱ اگلے صفحہ پر)

خاتمہ

خطاب عام

ایک عاجز و بے بس انسان سے اس کی علم بے بضاعتی اور قصور فہم و ادراک کے ساتھ اس موضوع پر جو شواہد و بیّنات مہیا ہو سکے اور اس کی محدود و ناقص نگاہ نے کتابوں کی ورق گردانی سے جو مواد فراہم کئے۔ ان سب کو یکجاء اور قلمبند کردینے کی کوشش کی گئی ہے۔ کسی غلط تعبیر کی وجہ سے اگر کہیں اصلیت و واقعیت باقی نہ رہی ہو تو اس کو لکھنے والے کے بے علمی اور کم فہمی پر زیادہ اور لازمہ بشریت پر کم، محمول کرنا چاہئے۔

بحضور خداوند تعالیٰ: خداوندا! تو عالم الغیب اور عالم مافی الصدور ہے تو جانتا ہے کہ اس تالیف کا مقصد اپنی طمانیت قلبی کے ساتھ دوسروں کا اطمینان نفس ہے تا کہ کسی غلط فہمی میں اگر کوئی مبتلا ہے، یا اگر اس کو شکوک وشبہات ہیں تو اس سے ازالہ ہو جائے۔ اے علّام الغیوب! تو جانتا ہے کہ اس خالص اصلاحی نیت کے سوا اور کوئی مقصد پیش نظر نہیں ہے ان ارید الا الاصلاح ما استطعت و ما توفیقی الا بک فعلیک اتوکل و الیک انیب۔

خداوندا! تیرے عاجز بندہ کے ناقص فہم نے اگر کہیں دھوکا دیا ہو یا اس کے قلم نے کوئی ارادی غلطی کی ہو تو اس کو معاف اور درگزر فرما۔

بگوار دیگر زانکہ معلوم شد گیرندہ دیری وگزارندہ زود

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا واجبتنا اتباعہ۔ اللّٰھم طھر قلبی من کل وصف یباعدنی عن مشاھدتک ومحبتک واحینی فی ابتغاء مرضاتک وامتنی علی السنۃ والجماعۃ والشوق الی لقائک بجاہ نبیک المصطفیٰ ﷺ عندک۔

عبدک العاجز عون احمد القادری فارحم علیہ وعلی ابویہ

۱۲/شعبان دوشنبہ ۱۳۷۵ھ

(حاشیہ ہذا گزشتہ صفحہ) ؎ ائمہ کرام وعلمائے متقدمین کی تصریحات بالا کے علاوہ اس سلسلہ میں مابعد کے اکابر علماء کا مسلک اور ان کی تصریحات معلوم کرنی ہوں تو ذیل کے حوالے ملاحظہ کئے جائیں: (۱) تحریر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند مرقومہ آب حیات ص ۲۲۳ مؤلفہ مولانا موصوفؒ بحوالہ مکتوبات شیخ الاسلام ج ا ص ۲۴۴ تا ۲۴۵ و بحوالہ وفات النبی ص ۹۰ تا ۹۲ (مؤلفہ مولانا اخلاق حسین قاسمی مطبوعہ فاروقی پریس دہلی) (۲) دعوات عبدیت حصہ ششم ملقب بہ تعظیم الشعائر ص ۲۰ مواعظ مولانا اشرف علی تھانویؒ (مطبوعہ جمال پرنٹنگ ورکس جامع مسجد دہلی) (۳) مکتوبات شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی زیدت معالیہ (ج ا ص ۱۳۰) و ۲۴۲ تا ۲۴۳ مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ) (۴) مولانا قاری محمد طیب زیدت معالیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند مرقومہ (وفات النبی ص ۹۰ مولفہ مولوی اخلاق حسین قاسمی (۵) مقالہ حضرت الاستاذ مولانا سید مناظر احسن گیلانی دامت برکاتہ مندرجہ (الفرقان ج نمبر ۶۹ ۱۳ھ ص ۵۷ تا ۵۸ و ۶۵ تا ۶۷) (۶) تجلیات مدینہ مؤلفہ مولانا احتشام الحسن کاندھلوی زیدت مکارمہ (ص ۳۴ تا ۴۰ مطبوعہ یونین پرنٹنگ پریس دہلی) معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کا ایک رسالہ حیات انبیاء کے ثبوت میں طبع شدہ ہے لیکن وہ اب تک عاجز کے مطالعہ میں نہیں آیا ہے۔

فہرست مأخذ

اس کتاب ''نعمت کبریٰ'' میں قرآن کریم، مجموعہ احادیث، تفاسیر، شروح احادیث، کتب سیر و تواریخ، لغت حدیث وغیرہ سب سے استنباط و استدلال کیا گیا ہے۔ اس لئے ان تمام کتابوں کے نام مؤلفین و جامعین کے اسماء اور مطبع کی تصریح ذیل میں درج کی جاتی ہے تاکہ قارئین اس کے جملہ مأخذ اور ان کی صحیح نوعیت و حیثیت سے باخبر ہو جائیں۔

نمبر شمار	کتابوں کے نام	مؤلفین کے اسماء	سنہ وفات	مطبع کے نام و مقام
۱	قرآن کریم	انا انزلنا علیک الکتاب للناس بالحق فمن اهتدیٰ فلنفسه و من ضل فانما یضل علیها وما انت علیهم بوکیل	(زمر:۴۱)	بے شک ہم نے اتاری تم پر کتاب لوگوں کے واسطے سچائی اور حقانیت کے ساتھ تو پھر جو کوئی راہ پر آیا تو اپنے فائدہ کے لئے اور جو بھٹکا وہ اپنے نقصان کو پہنچا اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں۔
۲	تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل	علامہ ابوالبرکات محمود النسفی	۶۸۶ھ	مطبوعہ مصر
۳	تفسیر لباب التاویل فی معنی التنزیل	علامہ علاؤالدین خازن	۷۴۱ھ	مطبوعہ مصر
۴	تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل	قاضی ناصرالدین عبداللہ بن عمر بیضاوی	۶۹۱ھ	مطبع نولکشور
۵	تفسیر مفاتیح الغیب المشتہر بالتفسیر الکبیر	امام فخرالدین رازی	۶۰۶ھ	مطبوعہ مصر
۶	تفسیر احمدی	ملا احمد جیون	۱۱۳۰ھ	مطبوعہ ہند
۷	تفسیر فتح العزیز	مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی
۸	تفسیر مظہری	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵ھ	مطبوعہ الغریب حصار
۹	تفسیر البحر المحیط	علامہ اثیرالدین ابوحیان اندلسی	۶۵۴ھ	مطبوعہ مصر
۱۰	تفسیر ابن کثیر	علامہ حافظ عمادالدین ابن کثیر دمشقی	۷۷۴ھ	مطبوعہ مصر
۱۱	الاکلیل شرح تفسیر مدارک التنزیل	علامہ عبدالحق مکی	تالیف: ۱۲۹۲ھ	مطبع اکلیل المطابع
۱۲	صحیح بخاری	امام محمد بن محمد اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ	مطبع مصطفائی۔ نظامی کانپور
۱۳	صحیح مسلم	امام ابوالحسن مسلم بن الحجاج قشیری	۲۶۱ھ	مطبوعہ مصر

۱۴	سنن ابی داؤد	امام ابوداؤد بن اشعث السجستانی	۲۸۵ھ	مطبع محمدی دہلی
۱۵	سنن ابن ماجہ	امام عبداللہ محمد بن زید بن ماجہ قزوینی	۲۷۲ھ	بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح
۱۶	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمن ابن بن شعیب	۳۰۳ھ	مطبع مجیدی کانپور
۱۷	سنن دارمی	امام عبداللہ بن عبدالرحمن تمیمی دارمی	۱۸۰ھ	مطبع مجیدی کانپور
۱۸، ۱۹	شعب الایمان، دعوات کبیر للبیہقی	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی	۴۵۸ھ	بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور
۲۰	مسند ابی یعلیٰ			بحوالہ انباہ الاذکیاء فی حیوۃ الانبیاء مطبوعہ حیدرآباد دکن
۲۱	مشکوٰۃ المصابیح	علامہ ابومحمد حسین بن مسعود الفراء بغوی	۵۱٦ھ	مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور
۲۲	لمعات شرح مشکوٰۃ (عربی)	علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ	نسخہ قلمی کتب خانہ مجیبیہ پھلواری شریف
۲۳	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ (فارسی)	// //	//	مطبع نولکشور لکھنو
۲۴	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	ملا علی القاری الحنفی	۱۰۱۴ھ	مصر
۲۵	نووی شرح مسلم	شیخ الاسلام بن شرف محی الدین نووی	٦۷۷ھ	مطبع نولکشور لکھنو
۲٦	فتح الباری شرح صحیح بخاری	علامہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ	مصر
۲۷	عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری	علامہ بدرالدین عینی	۸۵۵ھ	مصر
۲۸	ارشادالساری شرح صحیح بخاری	علامہ احمد بن محمد ابی بکر قسطلانی	۹۲۳ھ	مصر
۲۹	مدارج النبوۃ	علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ	مطبوعہ ہند
۳۰	جذب القلوب الی دیار المحبوب	// //	//	مطبع نولکشور لکھنو
۳۱	خلاصۃ الوفاء باخبار المصطفیٰ	علامہ شیخ سمہودی	۹۱۱ھ	مصر
۳۲	انباہ الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء	علامہ جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ	حیدرآباد دکن
۳۳	نورالرحمن بزیارۃ آثار حبیب الرحمن	مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی	۱۲۸۵ھ	مطبع علوی لکھنو
۳۴	السعی المشکور	مولانا عبدالحی فرنگی محلی	۱۳۰۴ھ	مطبع چشمہ فیض لکھنو
۳۵	مجمع بحارالانوار	علامہ شیخ محمد طاہر	تالیف: ۹٦۷ھ	مطبع نولکشور لکھنو
۳٦	المفردات فی غرایب القرآن	علامہ راغب اصفہانی	۵۰۲ھ	مکتبہ ابوذر جمہری مصطفوی طہران
۳۷	المنجد (لغت)	الاب لوئیس معلوف یسوعی	تالیف: ۱۳۲٦ھ	مطبع کاتھولیکیہ بیروت

دیگر علمائے کرام کی رائے وتوثیق

(۵) جناب مولانا مقبول احمد صاحب صدیقی صدرالمدرسین دارالعلوم مشرقیہ حمیدیہ دربھنگہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صلی اللہ علیک وعلی آلک یا محمد

دلائل شرعیہ مشہورہ سے عام مردوں کے لئے مرنے کے بعد ادراک منافع ومضار، عذاب وثواب ثابت ومبرہن ہے، مومنین کے لئے بعد موت سماع سلام اور سلام کا جواب دینا اپنی قبروں پر آنے والوں کو پہچاننا اور ان کی ملاقات سے مسرور ہونا دلائل شرعیہ کی روشنی میں ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ یہ امور مستلزم حیات اور حیات پر موقوف ہیں۔ خود حضور اکرم ﷺ کا جنۃ البقیع میں آخر شب میں تشریف فرما ہونا اہل مقابر کو سلام سے نوازنا صحیح مسلم میں مصرح اور مروی ''وفی مجمع البرکات ناقلاً عن الشرعۃ ما من عبد یمر بقبر رجل کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام کذا اخرج ابن عبدالبر فی الاستذکار وفی الاحیاء واذا مرّ بقبر لا یعرفہ وسلم علیہ رد علیہ السلام'' (جب کوئی اپنے شناسا کی قبروں پر گزرتے ہوئے ان کو سلام کرتا ہے تو اہل قبر اسے پہچانتے ہیں اور جواب سلام دیتے ہیں اور ناشناسا پر سلام کرنے سے جواب سلام دیتے ہیں)

عالم برزخ کی اس طرح حیات کہ روح کو بواسطہ جسم کے ادراک ثواب وعقاب منافع ومضار مکروہات ومرغوبات ہوتا ہے عقائد اسلامیہ کی امتیازی خصوصیت ہے جو اس کو تمام مذاہب باطلہ عاطلہ مردودہ سے جن میں اموات کے عذاب روحانی اور حیات روحی کا یقین کرنے سے عقلاً مفر ممکن نہ ہوسکا، ممتاز وجدا کرتی ہے۔ شیخ محقق قدس سرہ جذب القلوب میں فرماتے ہیں: بداں کہ اہل سنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم وسمع مر سائر اموات را از احادشی خصوصاً انبیاء علیہم السلام (بلانکیر اہل سنت وجماعت ہر مرنے والے انسان کے لئے علم، سننے اور ادراکات کا اعتقاد ویقین رکھتے ہیں۔ خصوصاً انبیاء علیہم السلام کے لئے) خصوصیت سے شہداء کے لئے باوجودیکہ ان کی موت مشاہدہ وبداہتاً معلوم ہے۔ مرنے کے بعد دلیل قطعی آیات قرآنی سے خصوصی کیفیات کے ساتھ ایسی حیات ثابت ہے کہ اس کے بعد ان کی موت کے عینی مشاہدہ متیقن ہونے کے باوجود ان کو اموات کے لفظ سے ذکر کرنا اور ان کو مردہ سمجھنا تو درکنار مردہ کہنا بھی ممنوع اور حرام ہے۔ مقتولین فی سبیل اللہ کو جن میں سرداران شہداء ومقتدایان اصفیاء محبوبین پروردگار عالم انبیاء علیہم السلام باتفاق سلف وعلمائے اخیار داخل ہیں۔ ایک ایسی حقیقی زندگی بعد وقوع موت عنایت ہوتی ہے کہ ان پر میت کے لفظ کا اطلاق بھی ممنوع ہوگیا۔

فرمان خداوندی ہے: ''لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولٰکن لا تشعرون (البقرۃ:۱۵۴)'' (جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو ان کی زندگی کا شعور واحساس نہیں ہے) دوسری آیت میں ''ولاتحسبن'' فرما کر ان کو مردہ گمان کرنے کی ممانعت وارد ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے لئے ان سب سے اعلیٰ وارفع واکمل واتم حیات مستمرہ باقیہ غیر منقطعہ ثابت ومبرہن بدلائل شرعیہ یقینیہ ہے۔ تمام علماء محققین وسلف صالحین کا اس پر اتفاق واجماع ہے۔

شیخ محقق علی الاطلاق جذب القلوب میں فرماتے ہیں: ''وبا تفاق علماء در حیات آنحضرت بعد از وفات ہیچ شبہ نیست وہمچنیں سائر انبیاء علیہم السلام در قبور زندہ اند بحیات کامل تر وتحقیقت تراز حیات شہداء کہ در کلام مجید از وے خبر دادہ است وکیف لا وآنحضرت سید الشہداء است واعمال شہداء در میزان اوست۔'' (آنحضرت ﷺ کی حیات میں باتفاق علماء کوئی شبہ نہیں ہے۔ اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام شہداء کی حیات سے جس کی خبر قرآن پاک میں ہے بہتر اور کامل تر ممتاز وحقیقی حیات کے ساتھ قبروں میں زندہ ہیں اور کیسے نہ ہو جب کہ آنحضرت ﷺ شہداء کے سردار ہیں اور شہداء کے جملہ اعمال آپ کے میزان عمل میں موجود ہیں)

انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد وفات خصوصاً سید الانبیاء کی حیات مطہر ومنور اتم واکمل بجسدہ الاطہر وبجسمہ المنور کہ جس پر احکام دنیوی (مثل حرمت نکاح ازواج مطہرات، آپ کی مملوکہ اشیاء کا آپ کی ملک میں باقی رہنا اور اس میں اجراء وراثت کا صحیح نہ ہونا، اذان دینا، نماز پڑھنا، آپ کی موجودگی کا مطابق منطوق قرآنی مثل حیات طیبہ دنیوی کے، عذاب سے امن کا باعث ہونا اسی سمع مبارکہ جسمانی سے قربت جسمانی کے شرف سے مشرف ہونے والوں کا تحیۃ وسلام سننا اسی زبان گو ہر بار جسمانی سے کلیہ جواب سلام عنایت فرما کر شکستہ دلوں کو نوازنا اور اسی جسم اقدس کے حضور درود امت واعمال امت کا پیش ہونا وغیرہ) مرتب ہوتے ہیں۔ ایک ایسا اجماعی مسئلہ ہے کہ جس کا انکار خرق اجماع اور دلائل قطعیہ کا انکار ہے۔

شیخ محقق قدس سرہ جذب القلوب میں رقمطراز ہیں: ''بداں کہ در حیات انبیاء علیہم السلام وثبوت ایں صفت مر ایشاں را وترتب آثار واحکام آں ہیچ کس را وعلماء خلافے نیست۔'' (انبیاء کی حیات اور ان کے لئے اس صفت ثابت ہونے حیات کے احکام کے مرتب ہونے میں علماء میں کسی کو خلاف نہیں ہے۔

''وفی الجوھر المنظم ان الاجماع وقع علی ھذا ای حیاۃ الانبیاء'' بلاشبہ اس پر (حیات انبیاء پر) اجماع واقع ہے۔''عن ابن عمر مرفوعاً من حجّ فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔(مشکوٰۃ)'' (جس نے حج کیا پھر میری قبر کی زیارت کی میری موت کے بعد وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے زندگی میں مجھ سے ملاقات کی)

حضرت شیخ محقق دہلوی قدس سرہ اشعۃ اللمعات میں حدیث مذکورہ کے تحت فرماتے ہیں: ''ویکے از فواید وبشائر زیارت شریف آنست کہ زائر را از نصیبہ صحبت معنوی وآنچہ از لوازم وآثار آنست حاصل می گردد وایں مبنی بر ثبوت حیات است مر آنحضرت را ﷺ حیات حقیقی دنیاوی بخلاف شہداء کہ بحیات معنوی مشرف اند۔'' (زیارت شریف کے فوائد وخوشخبریوں میں ایک یہ ہے کہ زائر کو صحبت اور اس کے لوازمات سے ایک مخصوص حصہ حاصل ہوتا ہے اور یہ حضور اکرم ﷺ کی حیات پر مبنی ہے جو حیات حقیقی دنیاوی ہے بخلاف شہداء کے وہ حیات معنوی سے مشرف ہیں)

ابو یعلیٰ بہ نقل ثقات وعلامہ بیہقی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں''قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون کذا نقل الزرقانی'' (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں) آنحضرت ﷺ نے فرمایا''علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی رواہ الحافظ المنذری وابن عدی فی الکامل'' (بعد وفات میرا علم زندگی کے علم کی طرح ہے)

علامہ بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے''الانبیاء لا یترکون فی قبورھم بعد اربعین لیلۃ ولٰکنھم یصلون بین یدی اللہ حتی ینفخ فی الصور'' (انبیاء اپنی قبروں

میں چالیس راتوں کے بعد (معطل) نہیں چھوڑ دیئے جاتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں نمازیں پڑھتے ہیں یہاں تک کہ نفخ صور ہو) حضرت سعید بن مسیبؒ کا جو اکابر تابعین میں ہیں تین دنوں تک واقعہ حرہ کے زمانہ میں جب کہ مسجد نبوی زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً اذان وتکبیر اور نمازیوں سے خالی تھی۔ اندرون حجرہ مبارکہ منبع خیرات وبرکات سے اذان وتکبیر کی آواز سننا اور اسی سے نماز کے اوقات معلوم کر کے نمازیں ادا کرنا تاریخی واقعہ اور حیات بابرکات پر بیّن دلیل ہے۔ لیلۃ المعراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے سرور عالم کا ملاحظہ فرمانا۔ انبیاء علیہم السلام کی امامت کرنا۔ ان سے ملاقات وسلام وکلام، ان میں سے بعض حضرات کا حلیہ بیان فرمانا احادیث مشہورہ سے ثابت اور حیات انبیاء پر دلیل واضح۔

ان کے علاوہ احادیث کثیرہ متواترۃ المعنی اور اقوال ائمہ اعلام وعلمائے سلف بطور وضوح دلالت کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو عموماً اور سید الانبیاء ﷺ کو خصوصاً اللہ تعالیٰ نے بعد وفات حیات باقیہ مستمرہ عنایت فرمائی ہے جو ترتب آثار حیات میں مثل حیات دنیاوی بلکہ اس سے اکمل وارفع ہے اور بقائے حیات میں جن امور کی احتیاج ہے۔ اس میں حیات بعد الوفات حیات دنیاوی سے مختلف اور ممتاز ہے۔ یعنی حیات دنیاوی جسمانی کی بقاء غذا حسّی اور دنیاوی کھانے پینے پر موقوف ہے۔ لیکن حیات بعد الوفات اسی جسم انور کے ساتھ متعلق ہو کر بلا احتیاج غذاء دنیاوی باقی اور غیر فانی ہے۔

علامہ ابن رشد جو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے اکابر اتباع میں ہیں فرماتے ہیں: "وھو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احیاہ اللہ تعالٰی بعد موتہ حیوۃ تامۃ واستمرت تلک الحیوۃ الی الآن وھی مستمرۃ فی المستقبل ولیس ھذا خاصۃ بہ ﷺ بل یشار کہ الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیھم اجمعین فھو حیٌ بالحیوۃ الکاملۃ مع الاستغناء عن الغذاء الحسی الدنیوی وجسدہ لم یتغیر ولم تاکلہ الارض وکذا سائر الانبیاء" (حضور ﷺ کو بعد موت اللہ تعالیٰ نے حیات تامہ عنایت فرمائی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ آج بھی اور آئندہ بھی باقی ومستمر ہے۔ یہ آپ کی خصوصیت سے نہیں ہے بلکہ اس نعمت میں تمام انبیاء علیہم السلام شریک ہیں۔ لہٰذا حضور ﷺ حیات کاملہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ غذائے حسی دنیاوی سے مستغنی ہیں۔ آپ کے جسم اطہر میں کوئی تغیر نہیں۔ زمین اس میں کوئی تصرف نہیں کر سکتی اور نہ کھا سکتی ہے۔ یہی حال تمام انبیاء کا ہے)

ان شواہد سے ظاہر ہے کہ حضور سرور انبیاء علیہم السلام پر بمقتضائے "کل نفس ذائقۃ الموت" وفات آنی لاحق وطاری ہوئی اور بعد وفات جسم اطہر سے روح کے تعلق کے بعد جیسا کہ جمیع آحاد بشر کے لئے دلائل شرعیہ کی روشنی میں واقع ہوتا ہے وہ تعلق بطور اکمل واتم مستمر الی یوم القیامۃ والی مالانہایۃ لہ قائم وباقی ہے اور بوجہ طریان موت آنی یہ کہنا تو صحیح ہے کہ: "النبی ﷺ قدمات" لیکن بوجہ بعد وفات حیات دائمی باقی عنایت فرمائے جانے کے جو ترتب آثار اور متعلق بجسم ہونے میں مثل حیات دنیاوی بلکہ اس سے اتم ہے۔ "النبی ﷺ میت" کہنا ممنوع اور حرام اور دلائل قطعیہ کا انکار ہے۔ نعوذ باللہ منہا! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول وعمل سے بطریق ابلغ حیات سرور انبیاء علیہم السلام کو واضح فرمادیا اور صحابہ کرام میں سے کسی کا انکار مروی نہیں۔

علامہ بخاریؒ کی روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ کی موت کو اس طرح ظاہر فرمایا گیا "بابی انت وامی واللہ لا یجمع اللہ علیک موتتین اماالموتۃ التی کتبت علیک فقد متھا" حشر میں کفار کے قول کی حکایت اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی ہے کہ وہ انتہائے مایوسی میں دنیا میں دوبارہ واپسی کی تمنا کے لئے عرض کریں گے۔ "ربنا امتنا

اثنتین و احییتنا اثنتین" (اے ہمارے پروردگار تو نے ہم کو دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندگی عنایت فرمائی) اس آیت کی تفسیر میں علامہ رازی فرماتے ہیں: "والموتتان لاتحصل الا عند حصول الحیٰوۃ فی القبر" (قبروں میں زندگی کے حصول کے بغیر دو موتوں کا حصول متصور نہیں ہے)

اس سے نیز دوسرے آثار سے واضح ہے کہ ہر انسان حیات دنیاوی کی موت اور جسم سے تعلق روح کے انقطاع کے بعد جو موت اوّل ہے قبر میں پھر زندہ کیا جاتا ہے اور روح کا جسم کے ساتھ اس طرح تعلق ہوتا ہے کہ حیات دنیاوی کی مماثلت کی وجہ سے اس کو حیات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور پھر تعلق روح کا اس طرح انقطاع ہوتا ہے کہ حیات دنیاوی کی عدم مماثلت کی وجہ سے اس کو موت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ اماتت ثانیہ اور دوسری موت ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کتنے ابلغ انداز میں حضور کی حیات جاودانی پر متنبہ فرمایا کہ قولِ باری تعالیٰ: "انک میت" میں جس موت کی پیشین گوئی فرمائی گئی ہے اور "کل نفس ذائقة الموت" کے مقتضی کے مطابق جس موت کو مقدر فرمایا گیا اس کا مصداق متحقق ہو چکا اور وہ موت واقع ہو چکی۔ ہرگز اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہ فرمائے گا۔ بلکہ اس کے بعد جب جسم پاک کے ساتھ روح کا تعلق ہوگا تو وہ قائم و باقی رہے گا۔ اس کے لئے انقطاع نہیں ہے جس کو علوم شرعیہ میں کچھ بھی درک ہے۔ اس سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ بعد موت قبر (عالم برزخ) میں روح کا تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے، مرنے والا آنکھیں کھولتا ہے، کبھی تک اٹھ کر بیٹھتا ہے، وحشت قبر سے متوحش ہوتا ہے۔ مومن نماز کے اہتمام کو ظاہر کرتا ہے اپنے شناساسے جو اس کی قبر پر موجود ہو تقویت اور انس حاصل کرتا ہے۔

کیا ان امور میں کسی کو مجال انکار ہے؟ جسم اقدس اکرم واعظم ﷺ کے ساتھ یہ تعلق معلوم بالبداہۃ، پھر اس کے انقطاع پر نہ دلیل نہ برہان بلکہ عدم انقطاع احادیث کثیرہ سے صراحۃً معلوم اور آیات قرآنیہ سے مبرہن، ورنہ یہاں بھی نعوذ باللہ اماتت ثانیہ کا قول لازم آئے گا۔ اسی لئے انتہائے تاکید کے ساتھ فرمایا گیا۔ "واللہ لا یجمع اللہ علیک موتتین" (قسم بخدا) اللہ تعالیٰ آپ پر ہرگز دو موتیں جمع نہ فرمائے گا) فالحمد للہ رب العالمین!

اسی طرح حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جو حضور اقدس ﷺ کے مملوکات میں وراثت جاری کرنے کے بجائے بلا لحاظ سہام ارث ان کو انہیں مصارف میں جن میں خود سرکار دو عالم ﷺ صرف فرمایا کرتے تھے خرچ کر کے عملاً حیات جاودانی مثل حیات دنیاوی کو واضح فرمایا۔

الحاصل صحابہ کرام اور تابعین عظام و علمائے سلف، محققین خلف متفق الکلمہ ہیں اور اہل سنت و جماعت میں سے کسی کو کسی زمانہ میں حیات انبیاء علیہم السلام میں عموماً سید الانبیاء علیہم السلام کی حیات بعد وفات میں خصوصاً کہ مثل حیات دنیاوی بلکہ ترتب آثار حیات میں اس سے اتم و اکمل ہے کوئی اختلاف نہیں ہے اور نہ ان میں سے کسی کا خلاف مروی و منقول ہے۔ زمانہ موجودہ میں بعض اہل اہواء و بدع اس کو قدرت باری تعالیٰ سے بالاتر متوہم کرتے ہوئے نصوص واضح کے خلاف انکار کی جانب مائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخدوم و مکرم حضرت المعظم سید السند شاہ عون احمد صاحب قادری پھلواروی مدظلہ العالی کی سعی مشکور فرمائے اور جزائے جزیل عنایت کرے کہ حضرت ممدوح نے زیر نظر رسالہ "نعمت کبریٰ (فی) الحیٰوۃ المصطفیٰ) میں مسئلہ حیات انبیاء کی ایسی توضیح و تشریح فرمائی ہے اور دلائل قطعیہ سے مدلل و مشید فرمایا ہے کہ اس سے مزید متصور نہیں اور نہ زاید کی حاجت۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء ورقاہ الی مدارج العلیاء ویزیدہ لتائید الحق و اھلہ الی یوم الجزاء لحبیبہ سید الشہداء رأس الانبیاء ﷺ۔ ناچیز مقبول احمد صدیقی

(۶) مولانا قدیر اختر ندوی سلمہ اللہ استاد ناظم الدین ہائی اسکول ایشرڈی (مشرقی پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انبیائے کرام علیہم السلام کو خداوند تعالیٰ نے گونا گوں فضائل وکمالات عطا فرمائے ہیں۔قرآن پاک نے ان کے اوصاف کا جو مرقع پیش کیا ہے۔وہ عام افراد انسانی سے بہت ممتاز ہے،قرب ربانی عبدیت کاملہ،صبر وتوکل،تسلیم ورضا، تفکر وتدبر،تبلیغ وہدایت،بصیرت وبصارت کے جن بلند مقامات پر وہ فائز ہوتے ہیں،ان کا ادراک انسانی ذہن نہیں کرسکتا۔جس طرح انبیاء کرام کی حیات استثناء صفات ہوا کرتی ہے۔اسی طرح ان کی وفات بھی عام انسانوں کی موت سے ممتاز ہوتی ہے۔عام انسانوں پر موت وفنا کی دائمی کیفیت طاری ہوتی ہے۔مگر انبیائے کرام پر عارضی طور پر ہوتی ہے۔

''انک میت و انھم میتون'' سے مطلق موت کے وقوع میں اشتراک مقصود ہے۔ورنہ نہایت مختصر لحہ کے بعد روح وجسم کے اتصال سے انہیں حیات نو حاصل ہوتی ہے اور وہ پھر موجود متصرف ہوتے ہیں۔ہمارے صلوٰۃ وسلام کو سنتے ہیں۔ہماری آہ وفریاد کو سنتے ہیں۔دیکھنے والوں کی آنکھیں ان کو دیکھتی ہیں،دھڑکنے والے دل ان کی صدائیں سنتے ہیں۔ان کے تصرفات کو محسوس کرتے ہیں۔یہ جمہور امت کا متفق علیہ عقیدہ ہے اور اس پر متواتر الدلالۃ خبریں موجود ہیں۔

علامہ ابن قیم اپنی کتاب الروح میں فرماتے ہیں:''ان موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکھم وان کانوا موجودین احیاء ذالک کالحال فی الملائکۃ فانھم احیاء موجودون ولا نراھم''موت انبیاء کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ہماری نظروں سے چھپ جاتے ہیں،اس طور پر کہ ہم ان کا ادراک نہیں کرسکتے۔حالانکہ وہ موجود و باحیات ہوتے ہیں اور یہ چیز ایسی ہے جیسے فرشتے کہ وہ موجود ہیں مگر ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔

احادیث نبوی میں حیات بعد الوفات کے شواہد اس قدر موجود ہیں کہ ان کو خبر متواتر الدلالۃ کی حیثیت حاصل ہے۔علامہ سیوطی اپنی کتاب مرقاۃ الصعود حاشیہ ابوداؤد میں فرماتے ہیں:''تواترت بھا الاخبار'' حیات الانبیاء پر متواتر الدلالۃ خبریں ہیں۔

اپنی دوسری کتاب انباہ الاذکیاء فی حیات الانبیاء میں فرماتے ہیں:''ما نصہ حیات النبی ﷺ فی قبرہ وھو سائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیاً لما قام عندنا فی ذالک من الادلۃ'' نبی کریم ﷺ کی حیات فی القبر ہو یا تمام انبیاء کی حیات بعد الوفات ہو ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے۔اس لئے کہ اس پر ہمارے پاس کافی دلائل موجود ہیں۔

یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ حیات بعد الوفات کی فضیلت جب شہداء کو حاصل ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام بدرجہ اولیٰ اس کے مستحق ہیں۔بالخصوص نبی کریم ﷺ اس لئے کہ خدا نے آپ کو شہادت ونبوت کا جامع بنایا تھا۔

علامہ ابن قیم اپنی کتاب الروح میں فرماتے ہیں:''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء عند ربھم۔فھذہ الایۃ تدل علی حیات جمیع الانبیاء بعد وفاتھم بمفھوم للموافقۃ وذالک ان الانبیاء اولیٰ بتلک المنقبۃ من الشھداء وتدل علی حیاۃ نبینا ﷺ بعموم لفظھا وذالک ان اللہ تعالیٰ جمع لہ بین الشھادۃ والنبوۃ'' یہ آیت تمام انبیاء کی حیات بعد الوفاۃ پر موافقت مفہوم کے ساتھ دلالت کرتی ہے۔اس لئے کہ انبیاء شہداء سے زیادہ اس فضیلت کے مستحق ہیں اور ہمارے نبی ﷺ کی حیات بعد الوفات پر عموم لفظ کے ساتھ دلالت کرتی ہیں اس لئے کہ خدا نے آپ کو جامع نبوت وشہادت بنایا تھا۔

انبیائے کرام علیہم السلام صرف باحیات ہی نہیں ہوتے بلکہ بجسدھم و بجسمھم موجود ہوتے ہیں۔ ردسلام اور جواب صلوٰۃ کی تو متعدد حدیثیں موجود ہیں۔فریادرسی کے لئے اور کچھ نہیں تو عہد فاروقی کا واقعہ قحط کو دیکھ لیجئے۔ جب کہ سارا مدینہ فریادی بن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے مشورہ سے روضہ اطہر کا سقف مبارک کھول دیا گیا۔ پانی برسا اور ٹوٹ کر برسا۔ یہ واقعہ خاص طور پر اس لئے پیش کیا گیا کہ اجتماعی تھا۔ ورنہ ارباب چشم باطن تو اب بھی شرف رویت اور زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے پکارنے والے ادھر سے تسکین و طمانیت کی صدائیں بھی سنتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ''نعمت کبریٰ حیات مصطفیٰ'' کے مصنف ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بڑی محنت و جانفشانی سے احادیث نبوی اور آیات قرآنی کے عمیق مطالعہ کے بعد خصائص نبوی کے اس اہم گوشہ پر نہایت مبسوط روشنی ڈالی ہے اور اپنے موضوع پر عالمانہ و حکیمانہ ادراک و بصیرت کے ساتھ نہایت جامع اور مدلل بحث کی ہے۔ سلسلہ براہین و دلائل میں صحت و اعتدال کا جو انضباط انہوں نے ملحوظ رکھا ہے وہ ان کی بالغ نظری کا بیّن ثبوت ہے۔

فاضل مؤلف علامہ شاہ عون احمد صاحب زید مجدہ اس ستودہ صفات خانوادہ کے ایک فرد ہیں جو سنت کے تمسک و اتباع کی وجہ سے بذات خود مظہر جلوہائے مصطفوی ہے۔ اس لئے ان کو علم کی بصارت کے ساتھ ساتھ باطن کی بصیرت بھی حاصل ہے۔ ان کی یہ گراں قدر تصنیف فی الواقع ہم مسلمانوں کے لئے ایک ''نعمت کبریٰ'' ہے۔ خدا ہم لوگوں کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو حسن صلہ سے نوازے۔ قدیر اختر ندوی ۱۱؍محرم ۷۶ ۱۳ھ

قطعات تاریخ طبع کتاب

(۱) مولانا شاہ محمد موسیٰ صاحب فریدی نعمتی پھلواری شریف

دل کا اب ارمان پورا ہوگیا — چھپ کے آیا جب رسالہ لاجواب
یہ رسالہ ہے کہ ہے آب حیات — مردہ دل پی لے تو آجائے شباب
حق ہے اس کو نعمت کبریٰ کہیں — زندگی میں آگئی ہے اس سے آب
کیوں حیات جاوداں اس کو نہ ہو — ہے جہاں کی زندگی جس سے جناب
ہو حیات مصطفیٰ میں شک کسے — جب کہ آئی ہے دلیل ام الکتاب
مرقد اقدس میں بااعضائے پاک — جلوہ گر سرکار ہیں با آب و تاب
جسم نورانی سے اس سرکار کے — چشم عارف ہورہا ہے فیض یاب
ضو فشاں ہے سارے عالم میں ہنوز — وہ مدینہ کی زمین کا آفتاب
حق تو یہ ہے ہوگئے اب دہر میں — عون احمد کے مساعی کامیاب
سال موسیٰ سے طباعت کا سنو — کیا مدلل ہے روایت سے کتاب

۱۲ ۶۰ ۱۱۲

۷۶ ۱۳ھ

هاتف نادی لموسیٰ قائلاً قم فخذ هذا فارخ ذا الکتاب
عاجلاً رخت تاریخاً به تابعا من ما قراءت فی الکتاب
۷۶ ۱۳ھ

(۲) مولوی حکیم سید محمد یوسف صاحب رضوی پھلواری شریف

کسے کہ زندہ نہ پنداشت شاہ یثرب را
تمام بولہبی وکمال بے بصری است
خدا گواہ وجودش کہ نعمت کبریٰ است
ہنوز نور فشاں از حظیرہ نبوی است
نوشتہ شد چہ کتاب یقین فروز امسال
کہ دربیان حیات محمد عربی است
شنیدم از لب ہاتف سن طباعت او
صحیفہ از حیات جناب مصطفوی است

۱۳ ۷۱ھ
۵
۱۳ ۷۶ھ

دیگر

سیرت کی کتابوں میں اک باب ہے رحلت کا
کم فہم سمجھتے ہیں ہے موت یہ ہم جیسی
کیا ان کو خبر اس کی کیا ان کو پتہ اس کا
کیا جانیں وہ کیا شئ ہے یہ موت نبیوں کی
مرنے کا تخیل ہی ان کے لئے بے جا ہے
جو مردہ انہیں سمجھے ہے اس کی یہ کم بینی
ہوتا ہے وہ ایک عالم کہتے ہیں جسے رحلت
مرقد میں بھی پاتے ہیں اللہ سے رزق اپنی
سرمایہ حدیثوں کا، آیات کی تفسیریں
آثار صحابہ کے، تصریحیں ائمہ کی
ان میں سے کسی میں تم کچھ فرق نہ پاؤ گے
اس مسئلہ میں آکر سب کہتے ہیں بس ایک ہی
زندہ ہیں نبی اللہ شک اس میں نہیں واللہ
خود مصحف باری سے ملتی ہے سند اس کی
ان خاص مباحث سے اردو تھی تہی دامن
تفصیل سے ذکر اس کا ملتا ہی نہ تھا کوئی
اے سید عون احمد ہو عمر بڑی تیری
اس نعمت کبریٰ نے پوری یہ کمی کردی
کھل جائے گا ہر عقدہ ہوجائے گا حق ظاہر
اس سچے عقیدے کی بنیاد کہاں سے تھی
دیکھے گا دلیلوں کو سمجھے گا فراست سے
حق کوشی کی جس جس کے لو دل میں لگی ہوگی
اس نعمت کبریٰ کے چھپنے کی خبر پاکر
ایمان ہوا تازہ مسرور ہوا دل بھی
آیا ہی تھا یہ دل میں تاریخ کوئی کہئے
گلزار مضامین ایقاں ہے صدا آئی

۱۳۷۶ھ